تمہارا
مان
رہ جائے
آصف شہزاد
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادراک

قصور کے ایک چھوٹے سے گاؤں تلونڈی میں پیدا ہوا والد صاحب آرمی میں ملازمت کرتے تھے اسی لیے ابتداء ہی سے خانہ بدوشوں کی طرح زندگی گزاری لاہور، کوئٹہ، سیالکوٹ، اٹک سے ہوتا ہوا شاہینوں کے شہر سرگودھا آ پہنچا یہیں سے اپنی شاعری کا آغاز کیا اور یہیں سے والد صاحب نے فوج کی ملازمت کو خیرباد کہا بعد میں میں نے اپنے خاندان کے ہمراہ فیصل آباد کی سرزمین کو اپنا مسکن بنا لیا۔

یہ میرے اندر کے احساسات ہیں جنہیں میں نے شعر کے رنگ میں رنگ دیا ہے میرے شعر میرے احساسات وجذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ایک اچھا شاعر وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر کے احساسات کو زبان عطا کرے خوشبو کو کسی نے نہیں دیکھا مگر ایک شاعر اس کی تصویر اپنی شاعری میں اُتار دیتا ہے جدائی زہر کی طرح تلخ گھونٹ کی مانند ہے تو یادیں شہد کی طرح شیریں یادوں کے چراغ کی روشنی میں دل جلتا ہے اور دل کی جلن کا دھواں قلم کے ذریعے سے نکلتا ہے۔

کچھ لوگ ایسے خطوط کی طرح ہوتے ہیں جنہیں بار بار پڑھ کر بھی دل نہیں بھرتا اور جی چاہتا ہے کہ وہ سدا ساتھ رہیں کچھ لوگ دعاؤں کی طرح ہوتے ہیں کہ ابھی ہم سجدے میں سر جھکائے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ آنکھوں سے ٹپک پڑتے ہیں کچھ لوگ نگاہوں سے کتنے ہی اوجھل کیوں نہ ہوں دل اُن کی روح میں سمٹ جانے کو بے قرار رہتا ہے ویسے بھی انسان کا دل اس کا وہ گھر ہوتا ہے جس پر کسی دوسرے نام کی تختی لگی ہوئی ہوتی ہے اگر کوئی خواہش جنون کے رنگ میں ڈھل جائے تو منزل سے ضرور ہم کنار ہوتی ہے ہم لوگ بھی کتنے ناداں ہیں کہ کوئی چیز پسند آ جائے تو فوراً اس کی خواہش اور اُسے پانے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں یہ سوچے بنا کہ وہ ہماری ہو بھی سکتی ہے یا نہیں دنیا میں ہر کمال کو زوال ہے ہر چیز کو فنا ہے ہر شیرازہ نے ایک نہ ایک دن بکھرنا ہے ہر نقش نے مٹ جانا ہے سورج نکلتا ہے ڈوب جاتا ہے چاند طلوع ہوتا ہے غروب ہو جاتا ہے

ستارے نمودار ہوتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں پھول کھلتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں کلیاں چٹکتی ہیں اور کملا جاتی ہیں کونپلیں پھوٹتی ہیں اور خشک ہو جاتی ہیں خوشبو پھیلتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے ندیاں چڑھتی ہیں اور اتر جاتی ہیں سیلاب اُمڈتے ہیں اور تھم جاتے ہیں زلزلے آتے ہیں اور ٹھہر جاتے ہیں آندھیاں آتی ہیں اور رک جاتی ہیں ٹیلے بنتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں مصوروں کی تصویروں کا رنگ اُڑ جاتا ہے ادیبوں کی تحریروں کی بہار خزاں رسیدہ ہو جاتی ہے خطیبوں کی خطابت کے شعلے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں حسیناؤں کا حسن گہنا جاتا ہے جوانی کا زور بڑھاپے کے ضعف میں بدل جاتا ہے تختوں کے تختے ہو جاتے ہیں تاج محتاج ہو جاتے ہیں دل دھڑکتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں نبضیں چلتی ہیں اور بیٹھ جاتی ہیں سانسوں کی شمع جلتی ہے اور گل ہو جاتی ہے لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کو کبھی زوال نہیں ہے وہ نہ مرتی ہے نہ بکھرتی ہے نہ ٹوٹتی ہے نہ رکتی ہے وہ سدا زندہ رہتی ہے اور وہ ہے محبت۔

میں اپنے دوستوں ڈاکٹر ریاض مجید، احمد سلیم رفی، کنور امتیاز احمد، شاہد ماکلی، سید عمران طاہر واسطی، عاطف سعید، محمد شہزاد فیر، آصف عمران، کاشف علی، طاہر محمود، طارق محمود، ڈاکٹر شوکت علی اور خاص طور پر ہر دل عزیز ثنا اللہ ظہیر اور کپٹن ابرار احمد مغل ہزاروی کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

میں اپنے اُستاد محترم شکیل احمد کا از حد شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مری شاعری کے فن کو نکھار بخشا ہر موڑ پر مری راہنمائی کی اور اُنہیں کی راہنمائی میں مری پہلی کتاب ''تمہارا مان رہ جائے'' منظرِ عام پر آنے کا اعزاز حاصل کر رہی ہے آخر میں اپنے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

ہر چیز کو حاصل ہے فنا دہر میں لیکن
اِک پیار ہے ہرگز نہیں مرتا اُسے کہنا

آصف شہزاد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

شعر بھی ایک جاندار کی طرح ہوتا ہے۔جس طرح ہر ذی روح کے اندر جسم اور روح کے دوعناصر کارفرما ہوتے ہیں اِسی طرح ایک شعر بھی ظاہری اور باطنی دو حیثیتوں کا مرکب ہوتا ہے آصف شہزاد کی کتاب ''تمہارا مان رہ جائے'' کی شاعری کو ظاہری اعتبار سے جانچا اور پرکھا جائے تو شاعری کا شمار سائنسی مضامین میں ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔اُس نے اپنے ہر شعر کے ایک ایک مصرعہ کو ملی میٹر اور ملی گرام میں ماپا اور تولا ہوا ہے۔تذکیرو تانیث،واحد و جمع اور زمان و مکان کا استعمال اِس قدر احتیاط کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کہیں پر بھی کسی غلطی کا امکان تک نظر نہیں آتا۔

قافیہ اور ردیف شعر کا حسن ہوتے ہیں آصف شہزاد نے اِس ضمن میں تنوع کا از حد استعمال کیا ہے۔نئے نئے قوافی کی تلاش اُن کا استعمال اور ردیف کے ساتھ اُن کی بندش اِس خوب صورتی کے ساتھ کی گئی ہے کہ اُن کی پھبن غزل کے حسن کو دوبالا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔بعض غزلیات غیر مردف ہیں جبکہ بعض کی ردیف مختصر اور بعض کی طویل ہے۔چند غزلوں کی ردیف میں موسیقیت اور ترنم بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔کسی موقع پر بھی ردیف غزل سے جدا نظر نہیں آتی بلکہ غزل کے ساتھ جڑی ہوئی پائی جاتی ہے۔

باطنی حوالوں سے بات کی جائے تو ادبی افق پر ہر کسی کے مُرغِ تخیل کی اپنی اپنی اُڑان ہے یا پھر یوں کہہ لیجیے کہ گلشنِ شعروادب کے ہر پھول کی اپنی خوشبو ہوتی ہے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آصف شہزاد کی شاعری کا رنگ اور خوشبو کسی تازہ گلاب سے ہرگز کم نہیں ہے۔کسی پھول کے نکھار میں جو کردار بادِ صبا کا ہوتا ہے وہی کردار تخیل کی پرواز کی بلندی میں اندازِ بیان ادا کرتا ہے یہی بات کرنے کا انداز ہی ہوتا ہے جو بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

سیف انداز بیاں رنگ بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

یہ انداز بیان بہت سے شعرا کرام کو برسوں کی ریاضت اور مشقت کے بعد بھی اِس قدر حاصل نہیں ہو پاتا جس طرح حق نے اِس عمرِ نو میں آصف شہزاد کو ودیعت کیا ہے اِس کے پس منظر میں بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں گھریلو ماحول ،ساتذہ کی تعلیم وتربیت ،دوستوں کی محفلیں اور مدرسے کا کردار یہ سب عوامل انداز بیان میں رنگ بھرنے کے محرکات بنتے ہیں "تمہارا مان رہ جائے" میں آصف شہزاد نے اپنی بات شائستگی ،سادگی ،اور لطافت کے ساتھ اس طرح بیان کی ہے کہ کہیں کہیں اگر اُسے اپنی بات تبدیل کرنی پڑی تو وہ اسے تبدیل کر دیتا ہے لیکن شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا یہ امر یقیناً کسی اچھے گھریلو ماحول اور اساتذہ کرام کے حسنِ تربیت کا عکاس ہے۔

انداز بیان کو سادہ ،شائستہ ،اور لطیف کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہ لیا جائے کہ ایک عامیانہ بات کو محض انداز بیان کے سہارے خوب صورت بنانے کو کوشش کی گئی ہے اگر چہ بعض شاعروں کے ہاں ایسا ہوتا ہے لیکن یہاں پر ایسا نہیں ہے آصف شہزاد کے پاس خیالات کا تنوع اور پختہ کاری ہے اُس کی بات میں گہرائی اور گیرائی ہے وہ معاشرے میں موجود چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُن کا ایک ایک پہلو خوب چھان پھٹک کر دیکھتا ہے پھر اُس مشاہدے کا اپنے ذہن میں تجزیہ کرتا ہے اور اُس کا تجزیہ اِس قدر صاف اور شفاف ہوتا ہے جیسے ایک ماہر صراف سونے کو بھٹی میں ڈال کر کندن میں تبدیل کرتے ہوئے کرتا ہے اُس کے بعد وہ اپنی بات کو اظہار کا رنگ دینے کے لئے موزوں الفاظ کی تلاش کرتا ہے اپنے جگر کا سوز اُس میں بھر کر اپنی بات اپنے قارئین کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

اُس کے اشعار قدیم وجدید کا حسین امتزاج ہیں کلاسیکیت کا رنگ نمایاں ہے اُس کے

یہاں شرقیت بھی ہے اور مغربیت بھی اُس کے کلام میں مذہبی رنگ واضح نظر آتا ہے تو سائنسی اور معاشی مضامین بھی کچھ کم نہیں ہیں اُس کے پاس عشق ہے تو عقل بھی ہے اُس کے ہاں سماجی پہلو نمایاں ہے تو اُس نے ذاتی اور انفرادی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے وہ بھرپور خیالات کا مالک شاعر ہے اُس نے انتہائی قدیم نظریات کو جدیدیت میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

انسان کی پیدائش وافزائش غرض کہ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی مرہونِ منت ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بغیر انسان کا ایک سانس لینا تو کجا پلک جھپکنا بھی محال ہے لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ ایسے محسنِ اعظم کے حقوق کی پاسداری کرے کسی حال میں بھی اُس کی یاد دل سے محو نہ ہونے پائے اسی تناظر میں شاعر کہتا ہے

تو ہے شبنم میں بلبل کی نوا میں
ترا ہی عکس ہے پھولوں کے رُخ پر

آصف شہزاد کو اس بات کا بھی بخوبی احساس ہے کہ مالک کی ذات بہت بڑی ہے جبکہ وہ کم مائیہ اسی لئے تو وہ اپنی کم مائیگی کا احساس کرتے ہوئے کہہ اُٹھتا ہے

حق تیری ثنا کا جو ادا کر نہ سکوں
عیبوں سے مرے صرفِ نظر کر دینا

اور اس کے بعد اپنے مالک کے بے پایاں لطف وکرم عفوودرگزر اور رحمت وعنایت کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ

یہ تیرا رحم ہے مجھ پر کہ مہرباں تو ہے
جو کرتا عدل تو میں مستحق تھا نفرت کا

نعت کہنا بذاتِ خود ایک بہت بڑا فن ہے جو کسی سعادت مند اور خوش بخت کے حصہ میں آتا ہے آصف شہزاد نے نعت لکھتے ہوئے غزل کا اسلوب اختیار کیا ہے اس میں نبی آخرالزماں کی تعریف وتوصیف ان سے عشق ومحبت، وابستگی وخلوص کا اظہار اور اپنی تمنا اور مراد بیان کی گئی ہے

اور وہ تمنا یہ ہے

مجھے حرص دولت کی ہر گز نہیں
مجھے چاہیے بندگی کا قرینہ

کہتے ہیں حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا نمبر آتا ہے بعض مقامات پر تو یہاں تک بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق اپنی رحمت و بخشش کے سبب معاف فرما دیں گے لیکن اپنے بندوں کے حقوق جب تک بندے نہ معاف کریں معاف نہ ہوں گے آصف شہزاد کی شاعری میں اِس کا اظہار نمایاں ہے

بہتر نہیں کوئی بھی عبادت اِس سے
اُجڑے ہوئے آباد نگر کر دینا

عشق کے موضوع پر ہر شاعر نے طبع آزمائی کی ہے آصف شہزاد بھی اپنی شاعری میں عشق اور حسن میں سے حُسن کا ساتھ دیتا ہوا نظر آتا ہے اُس کے بقول یہ اہلِ حسن کا حق ہے کہ قافلہ ہائے عشاق آ آ کے اُن پر اپنی جانیں نچھاور کرتے رہیں۔

جاں اُن پہ فدا کی ہے یہی پیار کا حق تھا
لٹا دیا میں نے کہ جو حق دار کا حق تھا
خود عشق ہی دلواتا ہے عشاق سے جانیں
جاں وار کے وہ حسن پہ احساں نہیں کرتے

لوگ اپنے محبوب سے ملنے کے لیے ترستے ہیں اور کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتے وہ اپنے محبوب کی ایک جھلک بھی دیکھ لیں تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور اِسے اپنی خوش قسمتی اور خوش بختی کی معراج سمجھتے ہیں جبکہ آصف شہزاد کو ہجر و فراق ایسا راس آیا کہ اُس نے خود اذیتی کی انوکھی مثال

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قائم کرکے رکھ دی۔

میں اِس لیے اُسے ملنے سے ہچکچاتا ہوں
کہ اپنی جان پہ میں بھی ستم سہوں اُس کا

بائے ری وضع داری، تکلف، رکھ رکھاؤ، اکرام اور خلوص کبھی جس معاشرے کی بنیاد ہوا کرتے تھے آج چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ سنتے ہیں کسی زمانے میں لوگ کسی کے گھر حاضری دینے پر قتل تک معاف کر دیا کرتے تھے اب وہی ماحول، وہی باتیں، وہی تکلف، وہی رواداری، اور وہی رکھ رکھاؤ آصف شہزاد کی شاعری میں ملے تو ملے ورنہ شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں میں تو کم یاب نظر آتی ہیں خدا بھلا کرے موصوف کا کہ کس زمانے کی یاد دلا دی اُس نے یہ شعر کہہ کر

اِسی لئے اُسے بخشی ہے ہم نے جاں اپنی
عدو کے ساتھ بھی کچھ رکھ رکھاؤ ہوتا تھا

لطافت، نفاست، عمدگی اور معصومیت کی مکمل تصویر اُس کا یہ شعر محسوس ہوتا ہے

ہنس کے کہنے لگے ذکر اِس کا بہت سنتے ہیں
کیسا ہوتا ہے یہ دکھ اور کہاں ہوتا ہے

آصف شہزاد غزل گو ہونے کے ساتھ ساتھ نظم کا نمائندہ شاعر کہلانے کا بھرپور حق رکھتا ہے اُس کی نظمیں سالِ نو، سالگرہ، دلبر سے کہنا، روایت، پیار کا موسم، زلزلہ زدگان کے نام، سراپا درد، ہمیں پہلے خبر ہوتی، بہت جاندار، بھرپور اور موثر نظمیں ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے انوکھے اور اچھوتے احساسات وخیالات کا اظہار کر رہا ہوتا ہے اُس کے اِن احساسات وخیالات میں تازگی، شگفتگی، اور اُمید کے روشن پہلو کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جشن برپا ہے تری آمد پہ یوں اے سالِ نو
کھل اُٹھی ہیں دل کی کلیاں
گل شگفتہ ہو گئے
جتنے بھی تاریک پہلو تھے گذشتہ سال کے
وہ اُمیدوں کے دیوں سے جگمگا کے رہ گئے
تیرا ہر پل ہو مسرت کی نوید اے سالِ نو

(سالِ نو)

ساعتِ دیدار، ریشمی لہجہ، گھنی زلفیں، کنول آنکھیں، حسیں پلکیں، حنائی ہاتھ، ساون کی بارش، سرسوں کے پھول، اوس کے قطرے تتلی کے لب، پھول کی پتی، چڑیوں کی چہکار، کوئل کی کوکو، مست سہانا موسم، مور کے پر، اور سورج کی ٹھنڈی میٹھی کرنیں یہ وہ تراکیب ہیں یا ان جیسی سینکڑوں ایسی تراکیب آصف شہزاد نے اپنی کتاب "تمہارا مان رہ جائے" میں استعمال کی ہیں جو اُس کے فطرت سے گہرے لگاؤ کا مظہر ہے اِسی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے عصر اور اپنے علاقہ کی شاعری میں ممتاز اور منفرد مقام رکھتا ہے مری دعا ہے کہ فطرت کے ساتھ اُستوار اُس کا یہ رشتہ مزید گہرا اور مضبوط تر ہوتا رہے۔ (آمین)

شکیل احمد
تونسہ شریف
7 اکتوبر 2007
بروز اتوار 2:10 منٹ دوپہر

حمد

ترا ہی سایہ ہو مجھ پر ازل سے تا بہ ابد
مرے لبوں پہ ہے مولا سوال شفقت کا

نجانے کیوں یہ گروہوں میں بٹ گئی یا رب
تری نظر پہ تو روشن ہے حال اُمت کا

یہ تیرا رحم ہے مجھ پر کہ مہرباں تو ہے
جو کرتا عدل تو میں مستحق تھا نفرت کا

گناہگار ہوں تسلیم ہے مجھے مولا
خطا سے بڑھ کے سمندر ہے تیری رحمت کا

ترے سوا میں کسی اور کو نہ پُوجوں گا
خمار چھایا ہے مجھ پر تری اطاعت کا

مجھے طریق عطا کر دے نعت گوئی کا
ہو جس میں رنگ نمایاں خلوص و اُلفت کا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نعت

فزوں تر ہے خوشبو سے جن کا پسینہ
وہ مکہ کے والی وہ شاہِ مدینہ

جسے چھو لیا ہے کفِ مصطفیٰ نے
ہے وہ سنگ ریزہ بھی رشکِ نگینہ

کوئی اس سے بڑھ کر مبارک نہیں ہے
جو یادِ نبیؐ سے منور ہو سینہ

مجھے حرص دولت کی ہرگز نہیں ہے
مجھے چاہیے بندگی کا قرینہ

محبت کی جانب رہوں گامزن میں
مرے آقا ڈوبے نہ میرا سفینہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہو گئی جسم کی پوشاک بدلنے والی
پر نہیں روح کی خوراک بدلنے والی

اپنے سر کا کوئی سایہ بھی بدلتا ہے بھلا
میری دھرتی نہیں افلاک بدلنے والی

کس نے لوٹا ہے تمہیں دے کے محبت کا یقیں
وہ جو ہر پل میں ہے ادراک بدلنے والی

کبھی درویش ، کبھی شاہ ، کبھی سوداگر
اس کے قبضے میں ہیں املاک بدلنے والی

گھومتے گھومتے اِس پر ہی مکمل ہوں گا
اپنی فطرت ہی نہیں چاک بدلنے والی

جس کا ہیرے سے ہر اِک انگ بنا ہو شہزاد
گُل کی پتی سے ہے کیا خاک بدلنے والی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں نے دیکھا ہے یہ ہر روز سحر سے پہلے
پھول آتے ہیں گلستاں میں شجر سے پہلے

کیسے منزل ملے ہم کو ہیں اُنہی میں شامل
لُٹ گئے لوگ جو آغازِ سفر سے پہلے

آخری میں ہی تھا پہنچا تھا جو اُن کے در پر
لوگ پہنچے تھے مرے خونِ جگر سے پہلے

ہم نے واللہ سوا تیرے کسی شخص کو بھی
کبھی دیکھا نہیں اُلفت کی نظر سے پہلے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دیس دوری کے سبب تلخی سی ہے عادت میں
ایسے ہرگز نہ تھے محرومئ در سے پہلے

آج ہر حال میں اعلانِ وفا کرتا ہے
کر سکے جس کو نہ ہم شاہ کے ڈر سے پہلے

میرے ماں باپ مری جان ہو اُن پر قرباں
حرزِ جاں ہیں وہ مجھے بنت و پسر سے پہلے

پھڑپھڑا بھی نہ سکے ذبح کے دوراں شہزادو
اُس نے پر کاٹ کے رکھوا دیئے سر سے پہلے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یا حضرتِ دل خواہشِ جلوہ نہ کیا کر
یا اپنا کبھی چاک لبادہ نہ کیا کر

اغیار سے رکھ میل تو بے شک نہ ہمیں مل
پر ہم سے ملاقات کا وعدہ نہ کیا کر

دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں اس میں نظر کو
مغرب کی چکا چوند سے خیرہ نہ کیا کر

بندوں کو ترے شوق ہے دیکھیں تیرا جلوہ
تو اِن کا خدا ہے تو یہ پردہ نہ کیا کر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہو سکتا ہے ہو جائے ترے حسن پہ عاشق
تو سامنے آئینے کے چہرہ نہ کیا کر

سُنتا ہے تری کون یہاں کون ترا ہے
ٹوٹے ہوئے دل لوگوں سے شکوہ نہ کیا کر

تو اور زیادہ کی طلب کر مرے دلبر
موجود ہے جو اُس پہ گذارہ نہ کیا کر

پُر درد ہے غمناک ہے دل دوز ہے شہزاد
ڈھلتی ہوئی شاموں کا نظارہ نہ کیا کر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سالِ نو

جشن برپا ہے تری آمد پہ یوں اے سالِ نو!
کھل اُٹھی ہیں دل کی کلیاں
گُل شگفتہ ہو گئے
جتنے بھی تاریک پہلو تھے گزشتہ سال کے
وہ امیدوں کے دیوں سے جگمگا کے رہ گئے
تیرا ہر پل ہو مسرت کی نوید
اے سالِ نو!
تیرا ہر دن روزِ روشن کی طرح براق ہو
تری ہر شب
چودھویں کی رات کا مصداق ہو
ہر کس و ناکس کے لب پر ہے دعا تیرے لئے
تو بہاروں کا امیں ہو پاسبانِ امن ہو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تو محبت کا پیمبر ہو یا پیامی علم کا
مدتوں سے زندگی کی سانس ہے ترسی ہوئی
ہم سے مل جائیں
ہمیں جی جان سے پیارے ہیں جو
راہ جن کی دیکھتے آنکھیں ہیں پتھرائی ہوئیں
ہاں ملا دے اپنے پیاروں سے ہمیں
اے سالِ نو!

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھ کو معلوم نہیں حسن کی "تعریف" مگر
میری نظروں میں حسین وہ ہے جو "تم" جیسا ہو
KOOL POETRY.COM

تیرا چہرا ، ترے گیسو ، ترا شانہ اے کاش
پھر ترے نقش دکھائے یہ زمانہ اے کاش

میں تو دن رات اِسی سوچ میں گم رہتا ہوں
نہ سنا ہوتا وہ کوئل کا ترانہ اے کاش

کتنے مسرور تھے ہم زُلف کے سائے سائے
کھولتی یوں نہ شبِ ہجر دہانہ اے کاش

ابھی جینے کی طلب تھی مجھے کچھ روز مزید
چُوک جاتا مرے قاتل کا نشانہ اے کاش

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آج خوش باش تھے وہ اور تھا موقع اچھا
میں سنا دیتا انُہیں اپنا فسانہ اے کاش

ہم نہ یوں ہوتے ستاروں کی محبت میں اسیر
کھینچ لاتی نہ ہمیں بزمِ شبانہ اے کاش

ہر گھڑی دُھن یہی رہتی ہے کہ اُن سے شہزاد
بات کرنے کا نکل آئے بہانہ اے کاش

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

غیر کے سنگ تھا وہ سنگ لیئے پھرتا تھا
اور میں شہر میں ہونٹوں کو سیئے پھرتا تھا

دہر میں کرنے کو رُسوا مرا یخ بستہ وجود
اتنا معلوم کہاں ، کون لیئے پھرتا تھا

آہ وہ دورِ جوانی وہ جنوں کا عالم
کیا بتاؤں کہ میں کیا کیا نہ کیئے پھرتا تھا

ایک بھی مہر و وفا کا نہ پرستار ملا
لے کے اُلفت کے میں ہاتھوں میں دیئے پھرتا تھا

ساعتیں چین کی پھر لوٹ کے آئیں اب کے
میں ترے ہجر میں گھٹ گھٹ کے جیئے پھرتا تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بجلیوں کو گھر جلاتے تم نے دیکھا ہے کبھی
بادِ غم کو سنسناتے تم نے دیکھا ہے کبھی

خامشی سے بیٹھے رہتے ہیں پرندے پیڑ پر
اِن کو اُن کے بعد گاتے تم نے دیکھا ہے کبھی

وہ پرندہ جو پرندوں کا تھا منظورِ نظر
چل دیا تو لوٹ آتے تم نے دیکھا ہے کبھی

وہ جسے پرواز کی رفعت پہ تھا فخر و غرور
گر پڑا تو پھڑپھڑاتے تم نے دیکھا ہے کبھی

رہبری سے جب گریزاں ہو گیا شہزاد وہ
راہیوں کو راہ پاتے تم نے دیکھا ہے کبھی

سالگرہ

مہ پہ پھولوں پہ کلیوں پہ
چاند پہ گلشن میں پریوں پہ
نور پہ خوشبو پہ رنگوں پہ
اک مسکان سی چھائی ہوئی ہے
سالگرہ تری آئی ہوئی ہے

گیت ہیں گاتے چاند ستارے
جھوم اُٹھے ہیں مست نظارے
رُت ساون کی صبح سے شب تک
پھولوں نے مہکائی ہوئی ہے
سالگرہ تری آئی ہوئی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کیا تحفہ دیں سوچ رہیں ہیں
چاند سے کوئی شے لے آئیں
یا پھر پیش کریں دل اپنا
وافر اک زیبائی ہوئی ہے
سالگرہ تری آئی ہوئی ہے

صبح مبارک شام مبارک
عمر کے سب ایام مبارک
ماہ مبارک سال مبارک
دل نے دھوم مچائی ہوئی ہے
سالگرہ تری آئی ہوئی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اتنا تو دِل کبھی نہ ہمارا اُداس تھا
ہر چند پہلے پہلو کے تو بھی نہ پاس تھا

پہلی شب فراق میں بکھرا تھا ٹوٹ کر
میں ابتدائے عشق میں غم ناشناس تھا

اندیشہ ہائے ہجر ازل سے تھے ذہن میں
مدت سے اپنے دل میں یہ خوف و ہراس تھا

اپنی خبر مجھے تھی نہ اجداد کی خبر
میری اساس کون میں کس کی اساس تھا

شہزاد اُس کے دام میں آتا نہ کس طرح
صیاد خوش کلام تھا رنگیں لباس تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

گُلوں کی بزم سجانا اُسے پسند نہ تھا
کسی کے پیار کو پانا اُسے پسند نہ تھا

وہ ایک ایک سے ملتا تھا پیار سے لیکن
ہمیں سے ہاتھ ملانا اُسے پسند نہ تھا

وہ دل میں بغض بھی رکھتا تھا ذہن میں کد بھی
گِلے کو ہونٹ پہ لانا اُسے پسند نہ تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ قول کرنے کو تو بار بار کر لیتا
مگر قرار نبھانا اُسے پسند نہ تھا

ہمارے نام کو لکھ لکھ کے جو مٹاتا تھا
ہمارے دل میں سمانا اُسے پسند نہ تھا

انوکھی بات ہے شہزاد لوٹ آیا ہے
اگرچہ لوٹ کے آنا اُسے پسند نہ تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اپنا اُسے بنانا گر میرے بس میں ہوتا
لوٹ آنا لوٹ آنا گر میرے بس میں ہوتا

آنکھوں میں اُن کی جانا صورت بدل بدل کر
خوابوں میں آنا جانا گر میرے بس میں ہوتا

چہرے کو مسکراہٹ سے میں سجائے رکھتا
اے یار ! مسکرانا گر میرے بس میں ہوتا

دنیا سے ختم کر کے رکھ دیتا رنج و غم کو
بزمِ طرب سجاتا گر میرے بس میں ہوتا

قدموں میں اُن کے لا کر تارے بکھیر دیتا
تاروں کو توڑ لاتا گر میرے بس میں ہوتا

لاتا نہ نام بھی میں اُس بے وفا کا لب پر
شہزاد کو بھلاتا گر میرے بس میں ہوتا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دلبر سے کہنا

اسے ہو اصرف اتنا سا دلبر سے کہنا
کہ ہم نے تجھے سوچنے، کھوجنے اور پانے کی سب
خواہشوں کو
اُداسی کی دیواروں میں چُن دیا ہے
تجھے پیار سے دیکھنے والی آنکھیں بصارت سے محروم کردی
ہیں ہم نے
تجھے پانے کی آرزو کو فنا کر دیا ہے
تری دید کی جو مچلتی تھی خواہش
اُسے ہم نے دل سے پرے کر دیا ہے
قدم جو ترے راستے سے ذرا بھر بھی ہٹتے نہ تھے
اب صنم تیری راہوں پہ پڑتے نہیں ہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ترے شہر میں آنا جانا رہا

نہ تری یاد میں شب بتانا رہا

وہ حقیقت رہی نہ فسانہ رہا

چاند، جس کو ترا استعارا سمجھتے تھے ہم

اُس کو دیکھے ہوئے ایک عرصہ ہوا

اے ہوا صرف اتنا سا دلبر سے کہنا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جب سے مل کر نہیں گیا ہے وہ
یوں لگا ہے مجھے خفا ہے وہ

زندگانی کے گھپ اندھیروں میں
ایک جلتا ہوا دیا ہے وہ

ہے وہ اِک خواب میری آنکھوں کا
لب پہ اِک کھیلتی دعا ہے وہ

کچھ تو اندر سے میں بھی چھلنی ہوں
اور کچھ ٹوٹتا رہا ہے وہ

تیر کھا کر بھی جو نہ رویا تھا
پھول لگتے ہی رو پڑا ہے وہ

لوگ جیتے ہوئے بھی مُردہ ہیں
اور مر کر بھی جی رہا ہے وہ

شانے پر ہاتھ اُس کی یادوں کا
رنگ ہے ، روپ ہے ، صبا ہے وہ

اُس کے رستے میں گُل کھلے ہوں گے
خار بو کر بھی سوچتا ہے وہ

جیسے برسوں کی آشنائی ہو
غیر ہو کر بھی یوں لگا ہے وہ

لوٹ آیا ہے گھر کو تو شہزاد
اور دریا میں ڈوبتا ہے وہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آ بھی جاؤ کہ بہار آ جائے
غم زدہ دل کو قرار آ جائے

آنکھ میں خون کے دریا اُمڈیں
پھول پہ اوس کو پیار آ جائے

بن ترے اُٹھ نہ سکے گا مجھ سے
گر کوئی عمر میں بار آ جائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

فائدہ کیا ہے جو موتی نہ بنے
آنکھ میں اشک ہزار آ جائے

آج تک کل نہیں آیا تیرا
اب نیا قول قرار آ جائے

دیس میرا رہے آباد سدا
اس میں شہزاد بہار آ جائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قطعہ

تو ہوا اور کسی کا تو یہ احساس ہوا
میرے دل میں تھی صنم تیری محبت کتنی
اب جسے لوگ سبھی طعنۂ کوتاہی دیں
تیری ہم راہی میں اونچی تھی وہ قامت کتنی

قطعہ

یہ تبسم تمہارے لب کا نہیں
یہ تو کوشش ہے غم چھپانے کی
دل میں صدہا الم نہاں ہوں تو
کیا ضرورت ہے مسکرانے کی

عجیب شخص تھا ہر اک سے پیار مانگتا تھا
جہاں نہ درد ہو ایسا دیار مانگتا تھا

جو مانگتا تھا وہ دینا مری بساط نہ تھی
وہ میری روح کا مجھ سے قرار مانگتا تھا

اُسے طلب تھی کوئی ٹوٹ کر اُسے چاہے
وہ ہاتھ جوڑ کے اُلفت ہزار مانگتا تھا

اُسے عزیز تھا دنیا کا ہر بلند مقام
وہ شخص اپنے لئے اوج دار مانگتا تھا

مرے خلوص پہ شاید تھا شک اُسے شہزاد
وفا کی راہ میں وہ اعتبار مانگتا تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

روایت

گُلوں کو توڑنا شاخوں سے پھر اُن کو مَسل دینا
یہی شیوہ ہے اہلِ حُسن وشوکت کا
پرندوں کو نظر کے تیر سے زخمِ جگر دینا
اُنہیں بیتاب کر دینا
چمکتے جگنوؤں کے پیچھے پیچھے بھاگنا
تا کہ اُنہیں پکڑیں پھر اپنی قید میں رکھیں
یہاں کی رسم ہے سائیں
نئے ہو اس لئے شاید
یہ سب کچھ دیکھ کر تم حیرت وحسرت سے تکتے ہو
جہاں والے اسے جائز سمجھتے ہیں
یہاں کی اک روایت جانتے ہیں اور کہتے ہیں
کئی صدیوں سے قائم اس روایت کو ابھی مضبوط ہونا ہے

دل تیری دھڑکنوں کا پرستار کون ہے
نالے ہیں کس کے ، شب گئے بیدار کون ہے

اُس کے گداز لہجے میں تلخی ہے زہر کی
پھرتا یہ لے کے ہاتھ میں تلوار کون ہے

کیا منزلوں کو پائیں گے جن کو نہ علم ہو
حائل جو راہ میں ہے وہ دیوار کون ہے

یوں ہی نہیں جلائی ہیں فوجوں نے کشتیاں
دیکھو کہ اُس سپاہ کا سالار کون ہے

ہر لفظ اِس کا موتیوں سا ہے سجا ہوا
ایسا عظیم صاحبِ گفتار کون ہے

اے مُفتیانِ دین ! ذرا اور احتیاط
رب کی نظر میں جانے گنہگار کون ہے

سیم و زر و جواہر و شہرت سے اے خدا
حرص و ہوس کے دور میں بیزار کون ہے

چہرے بجھے بجھے سے ہیں لگتا نہیں ہے فرق
تیمار دار کون ہے بیمار کون ہے

کس کا وجود رونقِ محفل ہے دوستو!
کچھ تو کہو کہ باعثِ آزار کون ہے

ہر خار کھینچ لیتا ہے تیرے وجود سے
شہزاد اِس قدر تیرا غم خوار کون ہے

روشنی سے وہ ڈر گئی ہو گی
شاید آ کر گزر گئی ہو گی

اُس کے جانے پہ کیوں ہو افسردہ
کوئی الزام دھر گئی ہو گی

شہر بھر نے جو اُس کو دیکھا ہے
شرم کے مارے مر گئی ہو گی

لال جوڑے میں دیکھ کر خود کو
اُس کی مجھ پہ نظر گئی ہو گی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جو رُلاتی ہے روز و شب ہم کو
آج با چشمِ تر گئی ہو گی

آج سنسان ہے گلی اُس کی
وہ پری چاند پر گئی ہو گی

لے کے شہزاد سارے دن کی تھکن
شب کو جانے کدھر گئی ہو گی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سنا ہے کھو کے ہمیں وہ اداس رہتا ہے
عجیب آنکھ میں اُس کی ہراس رہتا ہے

وہ چونک جاتا ہے سن کر ذرا سی آہٹ کو
ہمیشہ من میں لئے کوئی آس رہتا ہے

سنا ہے خود اسے ڈستی تھی اُسکی بد عہدی
سو اس لئے اُسے وعدوں کا پاس رہتا ہے

وہ پوچھتا ہے بہاروں سے تیری آمد کا
وہ لمحہ لمحہ بنا پریم داس رہتا ہے

سُنا ہے راہ تری صبح و شام تکتا ہے
سُنا ہے اس کو ترا درد راس رہتا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پیار کا موسم

سرسوں کے پیلے پھولوں پر
اوس کے قطرے پڑنے لگے ہیں
تتلی اپنے نرم لبوں سے
پھول کی پتی چھونے لگی ہے
پھیل رہی ہے چاندنی ہر سو
چاند سے قمری کھیل رہی ہے
دریا اپنے جوبن پر ہے
شور مچاتی لہریں اُس کی
ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر
اپنی اپنی سمت رواں ہیں
غنچے کونپل پیڑ جواں ہیں، چڑیوں نے چہکار مچائی
پنچھی سُر میں گانے لگے ہیں، بادِ بہاری چلنے لگی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کوئل کوکو کرنے لگی ہے، مست سہانا موسم جانم
لوٹ کے پھر سے آنے لگا ہے
مور بھی اپنے پر پھیلا کر، ناچ رہا ہے دشت و دمن میں
سورج اپنا دوست ہوا ہے، اِس کی ٹھنڈی میٹھی کرنیں
رنگ اپنا بکھرانے لگی ہیں، سوئے ہوؤں کو جگانے لگی ہیں
صحراؤں میں کہساروں میں، ہر سو خوشیوں کا عالم ہے
چشمے، ندیاں بہنے لگی ہیں
دل کی دھڑکن میں، سانسوں میں
ہونٹوں پر اور اِن آنکھوں میں، نام مچلنے لگا ہے تیرا
آ ہی گیا ہے پیار کا موسم، نہر کنارا ہے، تارے ہیں
رات ہے، جگنو ہیں، پریاں ہیں، تنہائی ہے، سناٹا ہے
رم جھم رم جھم بارش برسے
اَکھیاں تیری دید کو ترسیں
آ جا دلبر چھٹی لے کر
آ پہنچا ہے پیار کا موسم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہر نئے موڑ پہ منزل کا گماں ہوتا ہے
ظلم وہ بھی ہے جو بے نام و نشاں ہوتا ہے

ہر حسیں چیز میں خوشبو ہے ترے ہونے کی
مہکا مہکا تیرے آنے سے سماں ہوتا ہے

جھیلتے جاتے ہیں خاموشی سے ہر ایک ستم
مسکرا لیتے ہیں جب درد جواں ہوتا ہے

کیسی خاموشی مری ، کیسا تغافل میرا
ہر گھڑی ذکر ترا وردِ زباں ہوتا ہے

ہنس کے کہنے لگے ذکر اس کا بہت سنتے ہیں
کیسا ہوتا ہے یہ دُکھ اور کہاں ہوتا ہے

تیری آمد ہے نویدِ گُل و نغمات و صبا
تیرے جانے پہ قیامت کا سماں ہوتا ہے

اے پرستان کو جاتے ہوئے لوگو یہ کہو
میرے محبوب سا دنیا میں کہاں ہوتا ہے

معتدل لوگ ہی شہزاد بھلے ہوتے ہیں
حد سے بڑھتا ہوا ہر کام زیاں ہوتا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اس نے مکتوب میں لکھا ہے کہ مجبور ہیں ہم
اور بانہوں میں کسی اور کی محصور ہیں ہم

اُس نے لکھا ہے کہ ملنے کی کوئی آس نہ رکھ
تیرے خوابوں سے خیالوں سے بہت دور ہیں ہم

ایک ساعت بھی شبِ وصل کی بھولی نہ ہمیں
آج بھی تیری ملن رات پہ مغرور ہیں ہم

چشمِ تر ، قلبِ حزیں ، آبلے پاؤں میں لئے
تیری اُلفت سے ، ترے پیار سے معمور ہیں ہم

اُن کی محفل میں ہمیں اذنِ تکلم نہ ملا
اُن کو اندیشہ رہا سرمد و منصور ہیں ہم

یوں ستاروں نے سنائی ہے کہانی اپنی
گویا افکار سے جذبات سے معذور ہیں ہم

اس نے لکھا ہے جہاں میں کریں شکوہ کس سے
دِل گرفتہ ہیں غم و درد سے بھی چُور ہیں ہم

تیرا بیگانوں سا ہم سے ہے رویہ شہزاد
باوجود اِس کے ترے عشق میں مسحور ہیں ہم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ آئے آ کے دل کو بلا کر چلے گئے
من میں وفا کے پھول کھلا کر چلے گئے

جن سے گلہ رہا تھا نہ آنے کا عمر بھر
پل بھر کو آئے ہاتھ ملا کر چلے گئے

برسوں کی تشنگی تھی ، بجھائی شبِ وصال
دو چار جُرعے مئے کے پلا کر چلے گئے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ مسکرا کے آج ملے ہیں کچھ اس طرح
ہم مر چکے تھے ہم کو جلا کر چلے گئے

اب اُن سے دور رہنے کی صورت بھی ہے محال
ہم کو وہ ایسے موڑ پہ لا کر چلے گئے

شہزاد ایک لفظ بھی کوئی کہے بغیر
مجھ کو ملن کی آس دلا کر چلے گئے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

گڑیا

ایک تھی گڑیا پھولوں جیسی
نرل کومل کلیوں جیسی
اُس کی صورت اسکی سیرت
رنگ برنگی پریوں جیسی

قوسِ قزح سی بادِ صبا سی
وہ تھی اِک تصویر وفا کی
مست جوانی، الھڑ پن اور
اُس کی ظالم شوخ ادا تھی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اُس کی ہنسی میں حُسن چھپا تھا
نقش ہر اُس کا بول رہا تھا
نرم ملائم لہجہ اُس کا
کان میں امرت گھول رہا تھا

سردھی اُس کی شان سنائیں
پھول تو اُس کو بھول نہ پائیں
صبح سویرے صحنِ چمن میں
چڑیاں اس کے نغمے گائیں

لوگ تھے سودیوانے اُس کے
شمع تھی ہم پروانے اُس کے
جام اُسی کے، ساقی اُس کا
مئے اُس کی، میخانے اُس کے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

صحرا میں بیج پیار کے بوتا رہا ہوں میں
صحنِ چمن کو خون سے دھوتا رہا ہوں میں

پوچھی جو انتظار کرانے کی وجہ خاص
اتنا وہ کہہ کے چل دیئے سوتا رہا ہوں میں

آہ و فغاں نہ گریہ و ماتم نہ شور و غل
چپکے سے پیرہن کو بھگوتا رہا ہوں میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھ سے بچھڑ کے خوش نہ رہے گا وہ ایک پل
جس کے بغیر راتوں کو روتا رہا ہوں میں

یک بارگی وہ شوخ نہ مجھ سے جدا ہوا
درجہ بدرجہ پیار کو کھوتا رہا ہوں میں

اولاد کی طرح مجھے پیارے ہیں میرے شعر
شعروں میں اپنے خواب پروتا رہا ہوں میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں وہاں چمن سے بیٹھوں گا جہاں تو بیٹھے
شرط یہ ہے تو مرے پہلو بہ پہلو بیٹھے

نہ بہاریں ہیں چمن میں نہ ہے خوشبو کوئی
مجھ کو لگتا ہے کہ ہر سمت ہیں اُلو بیٹھے

ایسی بھرپور ہو تنقید مرے شعروں پر
یہ گماں ہو ہیں یہاں حالی و منٹو بیٹھے

تجھے پانے کی تمنا جو تھی اپنے من میں
ہم ترے در پہ کئی بار دو زانو بیٹھے

نہ سمجھ پائیں گے وہ پیاس کسے کہتے ہیں
جن کی ہر آن گزرتی ہو لبِ جو بیٹھے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پارسائی کے سبھی خول اُتر جائیں گے
آمنے سامنے گر رند کے سادھو بیٹھے

فکرِ صیاد ہے مٹھی میں انہیں قید کروں
ڈھونڈتا پھرتا ہے کس گُل پہ ہیں جگنو بیٹھے

ان کی جرات پہ مہارت پہ یقیں ہے ہم کو
اپنی افواج میں ہیں حیدر و ٹیپو بیٹھے

ہمیں آتا ہی نہ تھا اس کے علاوہ کچھ اور
ہم ہمیشہ لئے سلجھے ہوئے گیسو بیٹھے

میرا ابو سے عقیدت کا ہے رشتہ شہزاد
میں کھڑا رہتا ہوں جب جب بھی ہوں ابو بیٹھے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھے چاندنی تنگ کرتی ہے یار
کبھی زندگی تنگ کرتی ہے یار

خوشی ، ہجر کے موسموں کی مجھے
یہ مانگی ہوئی تنگ کرتی ہے یار

اندھیروں میں رہنے کے خوگر ہیں وہ
اُنہیں روشنی تنگ کرتی ہے یار

جو اوروں کے لب سے ہے چھینی ہوئی
مجھے وہ ہنسی تنگ کرتی ہے یار

پلٹ آ اے شہزاد میرے لئے
تری تشنگی تنگ کرتی ہے یار

ماں

اے میری ماں
مجھے وقتِ سحر
گھر سے روانہ کر
یوں
مرے سر پہ تیرے ہاتھ کا سایہ رہے
میں جس طرف جاؤں
میں جو بھی راہ اپناؤں
سدا تیری دعائیں ساتھ دیں میرا
مری سب مشکلیں آسان ہو جائیں
مرے غم سارے ٹل جائیں

پاؤں زمینِ پست پہ دھرنا نہیں مجھے
بادل کے سنگ سنگ بھی اُڑنا نہیں مجھے

پچھلے برس کا حال بھی تو نے نہیں لکھا
اب کے بھی تیرا خط ابھی پہنچا نہیں مجھے

تلمیذِ عشق ہوں مجھے جینے کا ہے شعور
مُلّا سے جا کے کہہ دو کہ پڑھنا نہیں مجھے

وہ جس کے انتظار میں آنکھیں سفید کیں
اس نے تو آنکھ بھر کے بھی دیکھا نہیں مجھے

ہر رات چاند رات تھی شہزاد بن ترے
کس نے کہا سکوں کبھی آیا نہیں مجھے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

لوگوں کو پیار کرنا ہم نے سکھا دیا ہے
راہِ وفا میں اپنا جیون لُٹا دیا ہے

غیروں کی ہاں میں ہاں جب اُس کو ملاتے دیکھا
چُن چُن کے دل سے اِک اِک اَرماں مٹا دیا ہے

خونِ جگر سے روشن ہوتا ہے جس کا شعلہ
تحفے میں اُس نے مجھ کو ایسا دِیا دیا ہے

بھوکے تھے اُس کے بچے اِک بدنصیب ماں نے
اپنی اَنا کا آنچل نیچے گرا دیا ہے

شہزاد اُس کے آنے کی آس کیا بندھی ہے
خوابوں کے موتیوں کو پھر جگمگا دیا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کر رہا ہوں التجا اے ابرِ دریا بار میں
شہر سے اُس کے گزر سایہ فگن ہوتے ہوئے
اور اُس کے کان میں ہولے سے یہ پیغام دے
مضطرب ہوں تیری یادوں میں مگن ہوتے ہوئے

خامشی ہے رنج ہے ویرانیاں ہیں بن ترے
کھو گیا ہے چین اور بے تابیاں ہیں بن ترے
زندگانی میں الم آرائیاں ہیں بن ترے
بزم چپ ہے ہر طرف تنہائیاں ہیں بن ترے

اِس طرح کرنا وہاں پاسِ ادب سے گفتگو
دھیان رکھنا ذہن میں اُس شوخ کی تعظیم کا
خوبیاں ہی خوبیاں ہیں اُس پری رخسار میں
لائق عز و شرف حق دار ہے تکریم کا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اُس سے کہنا کون بانٹے گا ترے غم دیر میں
کون پونچھے گا ترے آنسو دیارِ غیر میں
جس سے تو ناراض ہے اور بے سبب ناراض ہے
کل ستارے ٹانکنے آئے گا تیرے پیر میں

منزلوں پر جب پہنچتے ہیں بچھڑتے ہیں سبھی
راستوں میں ہم سفر چھوڑے نہیں جاتے کبھی
اُس سے کہنا زخم کھا کر بھی نبھائے جاتے ہیں
کچھ تعلق ایسے ہیں توڑے نہیں جاتے کبھی

اُس سے کہنا آدمی کو آدمی بھاتا نہیں
مطربِ صبحِ ازل بھی بھیرویں گاتا نہیں
بن ترے تو گلستاں کو گل بھی مہکاتا نہیں
اب مجھے آوارگی میں بھی سکوں آتا نہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یہ مسئلہ تو تھا مگر طے کر لیا گیا
اِک بے وفا نے کل ہمیں درسِ وفا دیا

اُس مہ جبیں کی دُوریاں بھی قربتیں لگیں
یہ معجزہ کیا کم ہے میرے دِل بہار کا

تعبیر اپنے خواب کی کس کو یہاں ملی
کتنوں کو اپنے خواب سے مُنہ موڑنا پڑا

اِک اجنبی کی آنکھ سے آنکھیں ہیں کیا ملیں
ہم نے تو اُس کے پیار کو جیون بنا لیا

وفا کے ترانے سنانے پڑے ہیں
ہمیں جان و دل آزمانے پڑے ہیں

عجب ساعتِ اِمتحاں آگئی ہے
کیے قول سارے نبھانے پڑے ہیں

قدامت پرستوں میں شامل ہوا ہوں
مری میز پر خط پرانے پڑے ہیں

بُرا ہو اے جدت ترا تیرے باعث
کئی سوئے فتنے جگانے پڑے ہیں

گئے دن کہ لاکھوں میں تھے ہیر رانجھا
بہت اب کے ایسے فسانے پڑے ہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تجھے کیا خبر تیرے ہم راہیوں پر
ترے بعد کیا تازیانے پڑے ہیں

جو ہونٹوں کو نکلیں تو مجھ کو چھانیں
ترے شہر میں ایسے چھانے پڑے ہیں

پلٹ آئے شاید کسی شب یہاں بھی
دیئے اپنے خوں سے جلانے پڑے ہیں

یہ سوچا تھا تجھ سے نہ بولا کریں گے
مگر کیا کریں لب ہلانے پڑے ہیں

تو شہزاد لوٹ آ نئی ابتدا کر
ترے واسطے پل سہانے پڑے ہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

طبیعت سکوں پر اُترتی نہیں ہے
یہ شامِ الم ہے گزرتی نہیں ہے

ترے بعد کھلتے نہیں گل چمن میں
کلی باغ میں اب نکھرتی نہیں ہے

ابھی میرا غم سیلِ پایاب سا ہے
یہ وہ موج ہے جو بپھرتی نہیں ہے

کریں جس میں کاوش نہ فرزند اُس کے
زباں ایسی جگ میں اُبھرتی نہیں ہے

رچی ہو نہ جس میں محبت کی خوشبو
وہ میرا وطن میری دھرتی نہیں ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

زلزلہ زدگان کے نام

جو کچھ تھا بہا لے گیا طوفانِ بلا دیکھ
اے آنکھ تو اس رنج میں رو رو کے رُلا دیکھ

یوں قہر خدا بن کے ہے اِک زلزلہ آیا
ہر سمت ہوا موت کا کہرام بپا دیکھ

بے گور و کفن لاشوں کے انبار لگے ہیں
تقدیر کا بھیجا ہوا یہ امرِ فنا دیکھ

دِل اپنے چراغوں کی طرح جلنے لگے ہیں
گریاں ہوا یہ سانحہ جس نے بھی لیا دیکھ

پھولوں کی جو خوشبو سے مہکتا تھا شب روز
صد چاک ہے اُس باغ کے ہر گل کی قبا دیکھ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

شاید ہو کوئی ملبے کے اس ڈھیر میں زندہ
اے دوست ! تو اس ڈھیر پہ آواز لگا دیکھ

وہ پھول سے بچے کہ ہیں ماں باپ سے محروم
کرتے ہیں رقم عزم سے تاریخِ وفا دیکھ

مت بھول کہ ہم مِلک ہیں اُس مالکِ کل کی
ہر کام کے آغاز پہ مالک کی رضا دیکھ

صد شکر کہ ایثار سے قاصر نہیں اُمت
اس کاسۂ اُمید کو تو پھر سے بھرا دیکھ

عاجز ہیں خطا کار ہیں مطلوب ہے توبہ
رمضان ہے توبہ کا ہے دروازہ کھلا دیکھ

(18 اکتوبر 2005ء۔ بہ رمضان آزاد کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں میں تباہ کن زلزلے کے موقع پر لکھی گئی نظم)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پیار سے نظریں کسی سے کیوں ملاتے ہم رہیں
کیا عجب ہے تیرے من میں گیت گاتے ہم رہیں

جب اُسے اپنی وفاؤں سے غرض کوئی نہیں
اپنی بربادی کے قصے کیوں سناتے ہم رہیں

جب مقدر میں لکھا تنہائیوں کا ہے سفر
کیا یہ لازم ہے دیئے اپنے بجھاتے ہم رہیں

اے دلِ ناداں ہماری بات اتنی مان لے
وہ نہ آئیں گے تو کیوں نظریں بچھاتے ہم رہیں

دل کو راضی کر کے اب شہزلو جینا ہے ہمیں
چاہتا ہے گو یہ عالم جی جلاتے ہم رہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں ڈھونڈتا ہوں گم شدہ دانش کو ان دنوں
پھرتا ہوں لے کے دل میں اِک آتش کو ان دنوں

اَمراضِ دِل کا اِک یہی چارہ ہے اِس لیئے
دل سے مٹاتا ہے مجھے رنجش کو ان دنوں

یکجا ہیں منصف مدّعی اور مدّعا علیہ
کہتے ہیں مہر و دوستی سازش کو ان دنوں

بچوں کی اپنے پرورش کی جائے جس طرح
یوں پالتا ہوں پیار کی خواہش کو ان دنوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بنجر زمینیں ہو گئیں عالم ہے قحط کا
دنیا ترستی ہے تری بارش کو ان دنوں

گرچہ ہیں خالی ہاتھ خود پھر بھی ہیں سوچتے
کیسے گوارا کیجئے بخشش کو ان دنوں

کٹ جائے جس کی ہم رکابی میں شب سیاہ
ہے ڈھونڈتا شہزاد اُس تابش کو ان دنوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یہ اکثر سوچتے ہیں ہم

یہ اکثر سوچتے ہیں ہم کہ بادل کی طرح برسیں
یا پھر تیری نگاہوں سے سنہرے خواب بن کر ہم گزر جائیں
فلک پر بکھرے تاروں کی طرح تیری محبت میں
جہاں میں ہم بکھر جائیں
ترے دیوانے کہلائیں
یہ اکثر سوچتے ہیں ہم
کہ تیرے شہر میں آ کر تجھے آواز دیں ہم
یا خموشی سے گزر جائیں
یہ اکثر سوچتے ہیں ہم
کہ آیا یہ بھی ممکن ہے

کہ سارے فاصلے، سب دوریاں پل میں سمٹ جائیں
ہم اِک دُوجے کے ہو جائیں
مگر اک وہم ہے چمٹا ہے جو، اِن خواہشوں سے
گُھن کی صورت جو ہمیں اندر ہی اندر کھائے جاتا ہے
اگر ایسا نہ ہو پائے
نہ مل پائیں جو ہم تجھ سے
تو پھر کیا ہو یہ خطرہ ہے
کہ اپنے خواب آنکھوں سے بچھڑ جائیں
ہماری صبح بے برگ ونوا ٹھہرے
ہمارے دن میں گرمی ہو، تجلی ہو، نہ رونق ہو
ہماری شام کے لمحے بھی ہم کو کاٹنے دوڑیں
ہماری شب شبِ تاریک سے بڑھ کر بھیانک ہو

کیا اشک مرے غم میں بہاتا ہے کوئی شخص
اب بھی میرا افسانہ سناتا ہے کوئی شخص

کیا واقعی وادی میں مرے نام پہ ہر شب
دیپوں کی جگہ خود کو جلاتا ہے کوئی شخص

شاید کہ میں لوٹ آؤں کسی شب! یہی کہہ کر
خود جاگتا ہے سب کو جگاتا ہے کوئی شخص

کیا اِس لیے مرغوب اُسے میری ادا تھی
بالوں کو بھی گجروں سے سجاتا ہے کوئی شخص

اُمید بھی ہے خوف بھی ہے اُس کی نظر میں
آنکھیں تیری راہوں پہ بچھاتا ہے کوئی شخص

شہزاد تڑپتا ہے وہ کیا ہجر میں میرے
یا وصل کی بھی آس لگاتا ہے کوئی شخص

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

روح میں اس کی ذات رہتی ہے
لب پہ اُس کی ہی بات رہتی ہے

صبح ہوتے ہی تم چلے جانا
اب نہ جاؤ کہ رات رہتی ہے

اُس کی یادوں کی خوب صورت سی
دل میں اِک کائنات رہتی ہے

ہونٹ ہیں خشک صورتِ صحرا
آنکھ مثلِ فُرات رہتی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں وہ شاعر ہوں جس کے ہاتھوں میں
کلک ، کاپی ، دوات رہتی ہے

ہو نہ جن میں لگن خلوص وفا
گھات میں اُن کی مات رہتی ہے

دشمنی تو ہے عارضی شہزاد
دوستی تا حیات رہتی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھ کو معلوم نہیں حسن کی "تعریف" مگر
میری نظروں میں حسین وہ ہے جو "تم" جیسا ہو
KOOL POETRY.COM

کیسے عجیب لوگ تھے کیا کام کر گئے
دِل میں ٹھہر کے دل کو ہی بدنام کر گئے

اب اُس کو یاد کر کے بِتا لوں گا زندگی
جیون کی میرے نام جو وہ شام کر گئے

پہلے تو خاص خاص کو تھی پیار کی خبر
پہنچی اُنہیں تو جگ میں اُسے عام کر گئے

کیسے کہوں نہ بدلیں گے دن کو وہ رات میں
صُبحِ حیات کو مری وہ شام کر گئے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں پتیوں کی غار میں اوندھا پڑا تھا وہ
آئے مجھے اٹھا کے لبِ بام کر گئے

ہم نیکیاں کریں بھی تو چھپ چھپ کے ہی کریں
ہیں ایک وہ گناہ بِرِ عام کر گئے

دو چار دن کا جوش تھا چھایا تھا ذہن پر
اترا وہ جب دماغ سے آرام کر گئے

شہزاد کیا گئے وہ کہ گھر ہی اجڑ گیا
برپا تمام شہر میں کہرام کر گئے

ہر غم بھول جاؤ گی

کسی شادی میں جاؤں تو
مجھے شدت سے یہ احساس ہوتا ہے
کہ کب آئے گا وہ دن اور وہ لمحہ
مرے ماں باپ جب میری سگائی کو تمہارے گھر کو آئیں گے
پھر اُس کے بعد شادی کے مراحل سے گزر کر تم مرے آنگن میں آؤ گی
وہ خوشیوں کی گھڑی ہو گی
مبارک وہ سماں ہو گا
محلے بھر کی سب سکھیاں خوشی سے جھومتی ہوں گی
بہاریں رقص میں ہوں گی فضا میں گُل کھلے ہوں گے
مری بھابھی مرے ہاتھوں میں راکھی باندھنے آئے گی
میرے سر پہ میرے خیر خواہ سہرا سجائیں گے

گلے میں ہار ڈالیں گے
وہ جھومیں اور ناچیں گے
تمہاری ساری سکھیوں نے تمہیں مہندی کے دلکش،
خوشنما رنگوں سے چاہت سے سجایا ہو گا
اور تم اپنے بابل کی گلی کو چھوڑ کر اپنے پیا کے دیس آؤ گی
تو ہر غم بھول جاؤ گی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قطعہ

چاند تو اپنا ساتھی تھا پھر کس لیے ہم سے دور ہوا ہے
تیرہ شبی سے ہار گیا ہے کیوں اتنا بے نور ہوا ہے
دشت میں گلشن میں آنگن میں نور بکھیرا کرتا تھا جو
کیا جانے کس اوٹ میں کیوں کر چھپنے پر مجبور ہوا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

غیروں سے کبھی شکوۂ یاراں نہیں کرتے
ایسا نہیں کرتے کبھی جاناں نہیں کرتے

خوشیوں کو ہیں سینے سے لگائے ہوئے رہتے
ہر رنج کو پیوستِ رگِ جاں نہیں کرتے

خود عشق ہی دلواتا ہے عشاق سے جانیں
جاں وار کے وہ حسن پہ احساں نہیں کرتے

اِک قول نبھانے میں لگا دیتے ہیں جیون
جھوٹے تری صورت کبھی پیماں نہیں کرتے

جس ظلم سے انساں نے ہے انساں کو لتاڑا
اُف میرے خدا ! ایسا تو حیواں نہیں کرتے

دشمن کو بھی جینے کی دعا دیتے ہوں جو لوگ
تکلیف پہ دشمن کی چراغاں نہیں کرتے

دن تیرے خزاں بھا گئی شہزاد کچھ ایسی
مدت ہوئی ہم جشنِ بہاراں نہیں کرتے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یاد آتے ہو شام ڈھلتے ہی
جل گیا دل چراغ جلتے ہی

غم کے دروازے کھل گئے مجھ پر
ہلکی ہلکی ہوا کے چلتے ہی

خود کو تبدیل کر لیا تم نے
اک نیا ہم سفر بدلتے ہی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

گر کے بھی ہم سنبھل گئے یارو
اور تم گر پڑے سنبھلتے ہی

پھیل جاتی ہے چاندنی ہر سو
چاند کے بام پر نکلتے ہی

لاکھ غم اور آ گئے شہزاد
ایک غم میرے سر سے ٹلتے ہی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کہوائے وقت کے شاعر

وہ گڑیا کون سی ہے جو تمہارے شعر میں نظم و غزل میں
ریشمی لہجے میں آنکھوں کی زباں میں
اور دھڑکتے دل کی ہر دھڑکن میں
ہر لمحہ بسی ہے
اور
گلابوں کی طرح جس کا ہر اک عُضوِ بدن نازک ہے اور نرم و ملائم ہے
وہ گڑیا کون سی ہے جس کے بارے میں تم اتنا سوچتے ہو اور لکھتے ہو
جسے اپنے خیالوں اور خوابوں میں سجاتے ہو
جسے اپنا بنانے کو ترستے ہو، مچلتے ہو، تڑپتے ہو
گھنی زلفیں، کنول آنکھیں، حسیں پلکیں

نجانے اور کیا کیا شان میں اُس کی قصیدے لکھتے رہتے ہو
جسے تم چاہتے ہو، پوجتے ہو حرزِ جاں جس کو سمجھتے ہو
وہ جس کی اِک نظر سے آسماں سے ٹوٹ کر گرتے ہیں تارے
اور جس کی دید کے جلوے کی خاطر ہر کوئی بیتاب ہوتا ہے
چلے راہوں پہ تو رستے مہکتے ہیں
کہو اے وقت کے شاعر
وہ گڑیا کون سی ہے ؟

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہر اَنگ ترا چاند ستاروں سے سجا دوں
میں نیلے فلک پر تری تصویر بنا دوں

گُل رُخ ہے، صبا ہے، تو دھنک ہے، تو ادا ہے
جی چاہے محاسن تیرے اِک اِک کو بتا دوں

زینت ہے ترا پیار مرے گلشنِ دل کی
مٹی تیرے پاؤں کی میں آنکھوں سے لگا دوں

تو رونقِ محفل ہے، تو عزت ہے چمن کی
دل، تیرے پسینے کی میں خوشبو سے بسا دوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یوں خاک پہ چلنا تیرا اچھا نہیں لگتا
رستے تیرے مرمر کی سِلوں سے میں سجا دوں

خواہش ہے کروں لعل و گہر تجھ پہ نچھاور
گلہائے عقیدت ترے قدموں میں لٹا دوں

قائم رہے شہزاد ترا حُسنِ سراپا
ہر لحظہ مری جان تجھے دل سے دعا دوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اپنا کہنا چھوڑ بھی دے اب
میرا پیچھا چھوڑ بھی دے اب

چاند مرے گھر میں اُترے گا
دل یہ تمنا چھوڑ بھی دے اب

ہاتھ پکڑ کے اِک دن میرا
بولی ! دُنیا چھوڑ بھی دے اب

وہ کہتی تھی ! وقت کے شاعر
شہر ہمارا چھوڑ بھی دے اب

دیکھ کے سُندر سُندر سپنے
جی بہلانا چھوڑ بھی دے اب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میرے خط اور میری یادیں
ان کا سہارا چھوڑ بھی دے اب

ہو نہیں سکتی اب میں تیری
جان بلانا چھوڑ بھی دے اب

کون ہے تیرا اس دنیا میں
اس کو تنہا چھوڑ بھی دے اب

کیوں آتا ہے میری راہ میں
چل اُٹھ ! یہ جا چھوڑ بھی دے اب

دشت ترستا ہے پانی کو
اشک کا دریا چھوڑ بھی دے اب

روگ نہیں شہزاد کے بس کا
عشق تماشا چھوڑ بھی دے اب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھ سے کرتا ہے وہ مری باتیں
روز سنتا ہے وہ مری باتیں

ہونٹ خاموش ہیں مگر میرے
رُخ سے پڑھتا ہے وہ مری باتیں

بات کرنے پہ کل نہ مائل تھا
آج کرتا ہے وہ مری باتیں

رونے لگتا ہے دیکھ کر چہرہ
سُن کے ہنستا ہے وہ مری باتیں

یوں تو ہر چیز بھول جاتا ہے
یاد رکھتا ہے وہ مری باتیں

غور سے حرف حرف پڑھتا ہے
دل پہ لکھتا ہے وہ مری باتیں

جانے کیوں ہر کسی سے اے شہزاد
کرتا رہتا ہے وہ مری باتیں

پرُسش

کیسے ہیں اُس کے شہر کے گلشن ، گلاب ، رستے
کس حال میں سجن کے شب و روز ہیں گزرتے

کیا اب بھی اُس کے شہر میں کلیاں ہیں مسکراتی
نغمے بسنت رُت کے ہیں بلبلیں سناتی

کیا اب بھی اُس کے ہونٹ رسیلے ہیں یا نہیں ہیں
اور اب بھی اُس کے نین نشیلے ہیں یا نہیں ہیں

کیا اب بھی اُس کی زلف میں ہوتے ہیں گل کے گجرے
اُس گل عذار پر کیا آتے ہیں اب بھی بھونرے

کیا آج بھی لگاتی ہے آنکھوں میں اپنی کاجل
کیا اب بھی ہے اُڑاتی ہواؤں میں اپنا آنچل

کیا اب بھی اپنے آپ کو خوشبو میں ڈھالتی ہے
کیا آج بھی وہ بات سے باتیں نکالتی ہے

ہے لب پہ اُس کے لالی ویسی کی ویسی اب تک
ہے اُس کے من کی شوخی ویسی کی ویسی اب تک

کیا اب بھی اُس کے صحن میں گاتی ہے کوئی کوئل
کیا اب بھی اپنی آنکھ سے کرتی ہے روحیں گھائل

کیا آج بھی بہار سے رشتہ وہ جوڑتی ہے
کیا آج بھی وہ دل بھری محفل میں توڑتی ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بات اظہار تک چلی آئی
لالی رخسار تک چلی آئی

ڈھونڈتے ڈھونڈتے نظر تجھ کو
"تیرے دیدار تک چلی آئی"

تیرے جانے کی جب خبر پھیلی
تیرگی دار تک چلی آئی

کیا کشش تھی کہ چاہنے والی
شہر سے نار تک چلی آئی

کب کسی سے وہ رکنے والی تھی
موت دربار تک چلی آئی

اتنا روئے کہ آنسوؤں کی نمی
تیری دیوار تک چلی آئی

تیرے غم نعرہ زن رہے دل میں
گونج پندار تک چلی آئی

آنکھ ملنے کی دیر تھی شہزاد
بات اقرار تک چلی آئی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہے جلوہ ریز کرن تیرے شہر کی جانب
رواں ہے بوئے چمن تیرے شہر کی جانب

خدا کرے کہ مہکتے ہوئے نظر آئیں
گلاب و سرو سمن تیرے شہر کی جانب

یہ تیرے فن کا اثر ہے کہ لوٹ آیا ہے
عروجِ شعر و سخن تیرے شہر کی جانب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہزار کوس پرے تجھ سے ہو گزر اِن کا
نہ آئیں رنج و محن تیرے شہر کی جانب

صبا کے سنگ روانہ کیے ہیں میں نے سلام
اے میرے پیارے سجن تیرے شہر کی جانب

نجانے کس لیے رہتی ہے رات دن شہزاد
ہماری روح مگن تیرے شہر کی جانب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پکار

وہ اپنا کینٹ جس کو چھوڑ کر آئی تھی جب سے تو
ترے جانے کے فوراً بعد سب نمناک تھی گلیاں
زمین و آسماں، سڑکیں الم میں مبتلا تھیں، اور پریشاں تھیں
مجھے پل پل ستاتی تھیں تری یادیں، مجھے اُس پارک کی سڑکوں،
محلوں میں جہاں گذریں کئی راتیں، کئی شامیں،
کئی صبحیں تری پر کیف صحبت میں
نہ ہرگز چین آتا تھا، رہ تیرا ستاتا تھا
پھر اُس کے بعد میں بھی چھوڑ آیا کینٹ کو آخر
جہاں تیری مری اُلفت کی دل کش داستانیں تھیں
ہمارے پیار کی خوشبو رچی تھی جس کی مٹی میں
میں اک دن کینٹ کی گلیوں سے دوری کے مہینوں بعد، اُن گلیوں میں آیا تو
وہ اک ویران سا منظر دکھاتی تھیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ سب تیری جدائی کے الم میں ڈوبی لگتی تھیں
وہ دیواریں، وہ گلیاں اور وہ سڑکیں، عجب عالم دکھاتی تھیں
وہ جھولے پارک والے اور وہ غنچے ترے بارے میں استفسار کرتے تھے
کہاں ہے کینٹ کی گڑیا، وہ کیسی ہے، مزاج اُس کے ہیں اب کیسے
میں اُن کو یہ بتاتا تھا، اُسے دیکھے ہوئے عرصہ ہوا مجھ کو
نہیں معلوم اُس کے حال کیسے ہیں،
نہ خط لکھتی ہے اور نہ فون پر کچھ بات کرتی ہے
وہ سب کہنے لگے مجھ سے
کبھی اُس سے اگر تم مل بھی جاؤ تو، اُسے کہنا!
کہ ہر اک پھول روتا ہے ترے غم میں
نہ غنچے مسکراتے ہیں، نہ اب کلیاں چٹکتی ہیں
نہ بلبل گیت گاتی ہے، نہ کوئل گنگناتی ہے
وہ سب تجھ کو بلاتے ہیں، تجھی سے پیار کرتے ہیں
وہ تیری راہیں تکتے ہیں، پلٹ آ کینٹ کی گڑیا
نہ تڑپا کینٹ کی گڑیا

قرار شام و سحر دل میں ہے فزوں اس کا
گلہ کروں بھی تو کیسے گلہ کروں اس کا

کسے کہوں مری رگ رگ میں ہے تڑپ اس کی
سکوں سے بیٹھنے دیتا نہیں جنوں اس کا

یہی ہے حاصلِ ہستی یہی تمنا ہے
مرا رہے نہ رہے میں مگر رہوں اس کا

نہ اپنے عیش و طرب کی خبر نہ اپنا پتہ
بہت عزیز ہے لیکن مجھے سکوں اس کا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جہاں جہاں بھی گئے اس کی یاد ساتھ رہی
لہو سے سلسلہ قائم رہا ہے یوں اس کا

میں اس لئے اسے ملنے سے ہچکچاتا ہوں
کہ اپنی جان پہ میں بھی ستم سہوں اس کا

اگرچہ ہوتے رہے منعکس کئی منظر
مگر اتر نہ سکا آنکھ سے فسوں اس کا

جو ہو عطا مجھے لفظوں پہ دسترس شہزاد
غزل کے رنگ میں ہر انگ رنگ لوں اس کا

سیاہ شب کو منانے نکلنے والے ہیں
یہ لوگ دیپ جلانے نکلنے والے ہیں

بتا رہا ہوں فضیلت حلال کی اُن کو
جو اپنی روزی کمانے نکلنے والے ہیں

ہیں توڑنی ہمیں نفرت کی سخت دیواریں
ملیں گے تم سے بہانے نکلنے والے ہیں

لیا ہے سچ کا عدالت نے حلف یوں جیسے
مری زباں سے فسانے نکلنے والے ہیں

ترے خلوص سے آباد ہے جہاں جاناں
تری طلب کے بہانے نکلنے والے ہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

خدا کرے کہ وہ سب لوگ خیر سے پہنچیں
جو روٹھے یار منانے نکلنے والے ہیں

میں اپنی تیغ رکھوں تیز تر کہ لگتا ہے
بغاوتوں کے زمانے نکلنے والے ہیں

نیا نصاب حکومت بنانے والی ہے
لغت سے لفظ پرانے نکلنے والے ہیں

یہ ہاتھ کھول دو میرے کہ اب مرے دشمن
مرا وجود مٹانے نکلنے والے ہیں

سنا ہے اب تو قیامت قریب ہے شہزاد
زمیں سے اس کے خزانے نکلنے والے ہیں

یہ نہ سوچا تھا کہ اک روز وہ مر جائے گا
حلق میں زہر محبت کا اتر جائے گا

پیکرِ ضبط تھا وہ صبر تھا شیوہ اس کا
کسے معلوم تھا مشکل میں بکھر جائے گا

رنج سہتے ہوئے اس نے ہے گزارا جیون
راحتیں اس کو ملیں گی تو سنور جائے گا

ہے یہ ساقی اسے رندوں سے بڑی الفت ہے
جہاں میخانہ ہو مئے ہو یہ اُدھر جائے گا

مجھے مرہم کی ضرورت نہیں کوئی شہزاد
زخم پھر زخم ہے اک روز تو بھر جائے گا

دلاسہ

پکڑ کر مرا ہاتھ اک دن وہ مجھ سے
لگی کہنے کچھ یوں
کہ دیکھو مرے نرم ہاتھوں کی
یہ اُنگلیاں جو ہیں خالی
کبھی اِن میں تم اپنے ہاتھوں سے پہنادو انگشتری اِک
کبھی میرے ہاتھوں میں مہندی رچا دو
لگی کہنے اپنی کلائی دکھا کر
سنو چوڑیوں سے سجادو اِسے اب
میں اپنی گھنیری سیاہ زلف میں
نام تیرے کا گجرا سجائے ہوئے ہوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تو کب میرے ماتھے پہ بندیا سجانے کو آئے گا ساجن
مری آنکھ میں تیرے سپنے ہیں کب سے
اِنہیں اب حقیقت بنا دے مری جاں
محبت کا کاجل لگا دے مری جاں
جواباً کہا میں نے آنکھوں میں آنسو چھلکنے سے پہلے
یقیناً کروں گا میں ویسا ہی اب کے
بہت جلد تعبیر پہناؤں گا تیرے خوابِ حسیں کو
تجھے رشک قسمت پہ آنے لگے گا
وہ پیاری سی لڑکی
وہ معصوم گڑیا
خوشی سے اُچھلتی ہوئی گھر کو لوٹی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قطعہ

کر کے وعدہ نہیں آئے تو کوئی بات نہیں
بڑھ گئے غم کے جو سائے تو کوئی بات نہیں
جام بھر بھر کے محبت کے ہمارے ہوتے
اس نے غیروں کو پلائے تو کوئی بات نہیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اِک عجب سا حال ہے دل کا ترے آنے کے بعد
مل گیا ہے کھوج منزل کا ترے آنے کے بعد

تیرے آ جانے سے محفل ہو گئی روشن تمام
بے اثر ہے زہر قاتل کا ترے آنے کے بعد

تجھ سے پہلے دل میں لہروں کا تلاطم تھا بپا
اب سکوں حاصل ہے ساحل کا ترے آنے کے بعد

کھل اُٹھے جیسے کلی شہزاد کوئی ریت میں
اِس طرح تھا رنگ محفل کا ترے آنے کے بعد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں بلاتا بھی رہوں اُس نے تو آنا ہی نہیں
مجھ سے ملنے کو اُسے رب نے بنایا ہی نہیں

لاکھ حیلے کیے پیار اُس کا میں پا لوں شاید
میری تقدیر میں لگتا ہے کہ لکھا ہی نہیں

حُسن والوں سے تو ہے دل کی لگی کا رشتہ
ورنہ دل سے تو کسی شوخ کو چاہا ہی نہیں

دور ہی دور سے پڑھ لیتے ہیں چتون اُس کا
پاس جانے کا کبھی حوصلہ پایا ہی نہیں

میں پتنگ اپنا اُڑاؤں بھی تو کیسے شہزاد
میرے ہاتھوں میں کوئی سوت کا گولا ہی نہیں

نہ اتنے پیار سے ہم سے ملو

نہ اتنے پیار سے ہم سے ملو ایسا لگے ہم کو
تمہیں ہم سے محبت ہے
نہ رہ پائیں گے ہرگز ہم تمہارے بن
بکھر جائیں گے ہم شیرازہ ٹوٹی مالا کی صورت
نہ اتنے پیار سے ہم سے ملو ایسا لگے ہم کو
تمہارے دل میں اب تک چاہ اپنی ہے
تمہارے شہر سے گذریں تو یوں محسوس ہو
آواز دیتی ہو ہمیں اب بھی
تمہاری چاپ دل کی دھڑکنوں کے واسطے
تکلیف کا باعث نہ بن جائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تمہاری جستجو میں پھر ہماری عمر لگ جائے
نہ اتنے پیار سے ہم سے ملو ایسا لگے ہم کو
تمہاری یاد ناگن بن کے دل میں آبسے گی اور
تڑپائے گی لمحہ لمحہ جیون کو، جوانی کو
نہ اتنے پیار سے ہم سے ملو ایسا لگے ہم کو
ہمارے واسطے تم کو بنایا ہے خدا نے!

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جیل رکھتا ہے جال رکھتا ہے
وہ جو شطرنجی چال رکھتا ہے

گرچہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے
دل میں حزن و ملال رکھتا ہے

ہجر تیرا زمین کو ہی نہیں
آسماں تک کو لال رکھتا ہے

اتنا ہے کہ کبھی کبھی وہ شخص
ہر تمنا سنبھال رکھتا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دیکھتے ہیں خزاں کی رُت میں وہ
رشتے کتنے بحال رکھتا ہے

سوچتا ہوں کہ اِبنِ آدم بھی
کیسے کیسے سوال رکھتا ہے

پیرہن تار تار ہے اس کا
ایسا اجڑا وہ حال رکھتا ہے

کون ہے وہ جو اِس طرح شہزاد
تیرا بے حد خیال رکھتا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ڈھنگ جینے کا تجھے کس نے سکھایا ، میں نے
رستہ شہرت کی بلندی کا دکھایا میں نے

تا کہ حاصل رہے آرام تجھے جیون بھر
اپنے ارمانوں کا خوں روز بہایا میں نے

اتنا برہم ہوا تو عہد وفا مانگنے پر
آسماں سے ہو تجھے جیسے گرایا میں نے

دیکھ یوں ہنس کے ہر اک سے نہیں ملتے اے دوست!
کس قدر پیار سے تجھ کو تھا بتایا میں نے

میرے سمجھانے پہ بھی باز نہ آیا شہزاد
تو چراغ اپنی اُمیدوں کا بجھایا میں نے

آئندہ کبھی خط میں مرا نام نہ لکھنا
لکھنا بھی تو چھپ چھپ کے ، سرِ عام نہ لکھنا

ہر دکھ دلِ غمگیں کو جو پہنچا ہو وہ لکھنا
پایا ہو جو آرام تو آرام نہ لکھنا

کیا اُن کے ستم ڈھائے ہوئے یاد نہیں ہیں
پھر کس لیئے کہتے ہو کہ انجام نہ لکھنا

مغضوب ہوا کون نگاہوں میں صنم کی
کس شخص کو حاصل ہوا انعام ! نہ لکھنا

بہتر ہے کہ رکھنا اِنہیں اپنے تئیں شہزاد
جو قلب میں آتے ہیں وہ اوہام نہ لکھنا

سراپا درد

مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو
مجھے تم مت پڑھو کیوں کہ
اُداسی ہوں الم ہوں غم زدہ تحریر ہوں میں تو
جسے لکھا گیا رنجیدہ حالم میں
مجھے تم مت سنو لوگو کہ میں تو
کرب کے موسم کا نغمہ ہوں
دکھی بلبل کی آوازوں میں شامل ہوں
کسی ٹوٹے ہوئے دل سے نکلتی آہ ہوں میں تو
کئی روتی ہوئی آنکھوں کا آنسو ہوں
مجھے کیوں دیکھتے ہو تم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

میں پتلی ہوں، تماشا ہوں

میں لاشہ ہوں

غموں کو درد کو دل میں چھپائے جی رہا ہوں میں

مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو

کہ مجھ کو اُس گھڑی لکھا گیا

جب کاتبِ تحریر کی آنکھوں سے اشکوں کی روانی تھی

وہ خود حیران تھا، غمگین تھا اور دل گرفتہ تھا

مجھے پڑھتے ہوئے لوگو مجھے پڑھ کر

کہیں تم مبتلائے غم میں نہ ہو جاؤ

مجھے تم مت پڑھو لوگو

کبھی انگلیوں پر نچایا گیا ہوں
کبھی خاک و خوں میں رلایا گیا ہوں

کبھی خواب بن کر نہاں آنکھ میں ہوں
کبھی آہ سا لب پہ لایا گیا ہوں

مرا حوصلہ دیکھ اب تک ہوں قائم
تری چاہ میں کو ستایا گیا ہوں

میں دلبر کی بانہوں پہ سر رکھ کے سویا
تو پھر دے کے لوری سلایا گیا ہوں

بہت کرب میں اُن کو دیکھا ہے شہزاد
میں جس جس کے دل سے بھلایا گیا ہوں

مخلص ہے میرا جو بھی وہ آئے دعا کرے
مل جائے اس کا پیار مجھے بھی خدا کرے

بے شک یہ اُس سے کہہ دو وہ ہنستے رہا کرے
پر بے وفا سے جگ میں نہ لیکن وفا کرے

بے چین و بے قرار ہیں قلب و نظر مرے
آنکھوں کو رت جگے مرا دلبر عطا کرے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہو جائے جان لیوا نہ میرے لئے کہیں
مجھ سے مرے صنم کو نہ کوئی جدا کرے

ہر شخص کو حسین اداؤں کی آرزو
ہر آدمی کسی کی تمنا کیا کرے

اچھا ہے ٹوٹ جائے مری زندگی کی ڈور
شہزاد ہر گزرتی گھڑی میں دعا کرے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

انجام

وہ کہتی ہے مجھے تتلی کے رنگوں سے محبت ہے
مگر معصوم تتلی کے وہ پر بھی نوچ لیتی ہے
وہ کہتی ہے مجھے ہے پیار پھولوں اور خوشبو سے
مگر اکثر کُچل دیتی ہے وہ پیروں تلے ان کو
وہ کہتی ہے حنائی ہاتھ پیارے مجھ کو لگتے ہیں
مگر مہندی لگاتے ہی وہ دھو دیتی ہے ہاتھوں کو
وہ کہتی ہے بھلی لگتی ہے ساون کی مجھے بارش
مگر بارش کے ہوتے ہی وہ چُھپ جاتی ہے کمرے میں
وہ کہتی ہے ہواؤں سے مرا جنموں کا ناطہ ہے
ہوا چلتے ہی ساری کھڑکیاں وہ بند کرتی ہے
وہ کہتی ہے ستارے اچھے لگتے ہیں، اگر کوئی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ستارا آسماں سے ٹوٹ کر سوئے زمیں آتے ہوئے دیکھے
تو خوش ہوتی ہے یوں جیسے کہ اُس نے خواب کی تعبیر ہو پالی
وہ کہتی ہے پرندوں سے بڑا میں پیار کرتی ہوں
مگر پنجروں میں اُن کو قید بھی کرتی ہے وہ ظالم
وہ کہتی ہے کہ خط لکھنے سے تو جاناں محبت اور بڑھتی ہے
مگر وہ میرا خط ملتے ہی ابو کو بتا دیتی ہے چپکے سے
وہ جس لمحے مجھے کہتی ہے تم سے پیار ہے جاناں
پریشانی کے ساگر میں مرا مَن ڈوب جاتا ہے
کہ میرے ساتھ کیا ہوگا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کیوں اُس نے نگاہوں کو نہ اِک بار ملایا
میں نے تو کئی بار تھا پلکوں کو اُٹھایا

ملنے کو تو ہر روز وہ مل لیتا تھا مجھ سے
اِک بار بھی دل کا نہ مگر حال سنایا

روتے ہوئے دیکھا ہے رُلاتے ہوئے دیکھا
وہ خود نہ ہنسا اور نہ اوروں کو ہنسایا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اُس شخص نے راتیں کئی رو رو کے بسر کیں
کس کے لئے وہ رت جگے جیون میں ہے لایا

سردی میں پھرا کرتا تھا بے کفش و قبا وہ
کیا جانیے کیا روح میں سودا تھا سمایا

کیا ایک ہی رستے کے تھے ہم دونوں مسافر
کیا وہ بھی کسی شوخ کی نظروں میں تھا آیا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قطعہ

مرے دکھ ہیں سمندر تو مصائب بے بہا جاناں
بہت مشکل ہوئے سہنے ترے غم با خدا جاناں
کرم تیرا بھی شامل ہے زمانے کی سزاؤں میں
اگر میں بے خطا ہوں تو ملی ہے کیوں سزا جاناں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اِس طرح اُس نے رابطہ رکھا
پاس رہ کر بھی فاصلہ رکھا

زندگی اک مکان ہے جس میں
سانحے پر ہے سانحہ رکھا

حالِ دل اس لئے سنا نہ سکے
پاس اُس نے تھا قافلہ رکھا

اُس کے آنے کا آج امکاں تھا
ہم نے آنکھوں کو فرشِ رہ رکھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

خود بھی غمگیں تھے عید کی شب ہم
محفلوں کو بھی غم زدہ رکھا

مضمحل ہے وہ عشق سے جس نے
دور کا بھی ہے واسطہ رکھا

گر مسافر تھے ایک منزل کے
کیوں الگ اُس نے راستہ رکھا

شاہِ خوباں نے ہم فقیروں سے
کچھ تعلق نہ واسطہ رکھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دولتِ عمر ہے لمحوں میں بکھرتی جاتی
کتنی خاموشی سے ہے عمر گزرتی جاتی

ایسا بازار بھی دھرتی پہ ہے لگتا جس میں
شام ڈھلتے ہی تمنا ہے سنورتی جاتی

جیب خالی ہے تو کیا پھر بھی بضد ہے خواہش
میں دباتا ہوں تو ہے اور اُبھرتی جاتی

زندگی غم کی گھڑی ہے کہ خوشی کی ساعت
چاہے جیسی بھی ہے پل پل ہے گزرتی جاتی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

خوفِ رُسوائی اُسے تھا تو نہ کرتی اُلفت
کر چکی ہے تو ہے اب خوف سے مرتی جاتی

اُن کی محفل میں دھری چائے کی پیالی ہوتی
اُن کے ہاتھوں سے ہی اے کاش میں برتی جاتی

ایسی بھر پور ہے چاہت کہ خدا خیر کرے
ہر نئے موڑ پہ ہے دل میں اُترتی جاتی

لوگ کہتے ہیں لگا روگ ہے اُلفت کا اُسے
شکل دیکھو تو ہے ہر روز نکھرتی جاتی

اُس نے جانا تھا چلی جاتی وہ لیکن شہزاد
جانے سے پہلے کوئی بات تو کرتی جاتی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اپنے دادا مرحوم کی نذر

ہم سے جدا ہوا جو بشر باکمال تھا
وہ خوش خصال پیکرِ حسن و جمال تھا

اُس جیسا آنکھ دیکھے گی دنیا میں اب کہاں
اپنی نظیر آپ تھا وہ بے مثال تھا

اُستاد بھی تھا راہ نما بھی تھا دوست بھی
اُس کے بنا قدم بھی اُٹھانا محال تھا

آہ و فغاں تھی گریہ و ماتم تھا ہر طرف
ہر شخص یوں جدائی کے غم میں نڈھال تھا

شہزاد اُس کے جانے پہ برسا کچھ ایسے ابر
لگتا تھا آسماں کو بھی اُس کا ملال تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دلِ ثابت کو غم دے کر سپارہ کون کرتا ہے
اگر دل ٹوٹ بھی جائے تو چارہ کون کرتا ہے

محبت ہے تو چلتے ہیں سمندر کی مسافت پر
"پھر اس کے بعد دیکھیں گے کنارہ کون کرتا ہے"

قسم کھائی تھی کس نے ساتھ جیون بھر نبھانے کی
بچھڑ کر میرے دل کو پارہ پارہ کون کرتا ہے

ترے بن ہم نہ جی پائیں گے کس کے لفظ ہیں ساجن
مگر اب سنگ غیروں کے گزارہ کون کرتا ہے

کسے ہے فکر ان کی محفلِ خوش کن میں اے شہزاد
ہمارے حالِ ویراں پر اشارہ کون کرتا ہے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مشکل میں پڑ کے رہ مری آسان کر گیا
وہ مجھ سے دُور میرا کہا مان کر گیا

اُس نے تو دیکھ لی ہے پسِ روح کی شکن
وہ شخص آئینے کو بھی حیران کر گیا

کچھ دیر اور رہتا تو کرتا زیاں مزید
دل سے نکل کے دل پہ وہ احسان کر گیا

اِک ساعتِ قلیل میں آیا صبا کے سنگ
اور ہر کلی کا چاک گریبان کر گیا

دل کے ورق ورق پہ ہے لکھا اُسی کا نام
پل پل جو میری زیست پریشان کر گیا

اُس کو بھی دن کا چین نہ شب کا سکون ہو
یوں جو لہو لہو مرے ارمان کر گیا

بعدِ وصال اس نے جدائی قبول کی
برپا دل و دماغ میں ہیجان کر گیا

وہ مرکزی خیال تھا میرے بیان کا
میرے اِک ایک لفظ کو بے جان کر گیا

بارش کا دے گیا ہے منافع زمین کو
بادل اگرچہ دُھوپ کا نقصان کر گیا

شہزاد اس کو دیکھ کے بے خود ہوا ہوں میں
مجھ کو مرے حواس سے انجان کر گیا

THANKS

یہ سچ ہے میں گیا تھا شہر میں اُس کے
جہاں سکھیوں سے وہ باتیں مری اُلفت کی کرتی ہے
جہاں ہنستی ہے
اٹھلاتی ہوئی آنچل کو لہرا کر وہ چلتی ہے
جہاں سجتی سنورتی ہے
وہ جس کالج میں پڑھتی ہے
وہ جن سڑکوں پہ ہیں اب بھی نشاناتِ قدم اُس کے
جہاں موسم بدل جاتے ہیں اُس کے اک اشارے سے
یہ سچ ہے میں گیا تھا شہر میں اُس کے
وہ جس کے کینٹ میں تھی منتظر میری

عیاں تھی بے قراری اُس کے چہرے سے
مری راہیں وہ تکتی تھی
میں جب کہ کینٹ سے باہر
اُسے ملنے کی راہیں ڈھونڈنے میں محو تھا یارو
کہ کیسے میں ملوں اُس سے
اُسے دیکھوں گا میں کیسے
اُسے پاؤں گا میں کیسے
وہ اندر تھی میں باہر تھا
وہاں ملنے کو وہ بے تاب تھی مجھ سے
یہاں ملنے کو میں اُس سے تڑپتا تھا
کئی حیلے کیے، قاصد کئی بھیجے
اِسی اثنا میں قاصد نے شرارت کی
مرا خط عام کر ڈالا
ہمارے پیار کو بدنام کر ڈالا
عجب سرگوشیاں ہوتی رہیں پھر تو
مجھے مجنوں، پنُّل، رانجھے کے لوگوں نے دیئے طعنے
کوئی لیلیٰ لگا کہنے تو کوئی اُس کو سسّی، ہیر کہتا تھا
کئی کیدو نکل آئے
کہ جن کی ذات کے عیبوں کے دھبے پیار پر پڑنے لگے اپنے

اُسی دن شام کو میرے موبائل پر

سوالوں کا نہ تھمنے والا تند و تیز سا اِک سلسلہ جاری ہوا مجھ سے

تو ٹیلی فون کی اک کال کے پیچھے

کسی کمزور سی، معصوم سی اور کانچ کی گڑیا کے رونے اور

سسکنے کی صدائیں صاف آتی تھیں

وہ یہ پیغام دیتی تھیں

مجھے مجرم نہ ٹھہراؤ

نہ مجھ پر کوئی حرف آئے

تو ٹیلی فون پر اپنی خطا تسلیم کی میں نے

مگر اُس کانچ کی گڑیا پہ کوئی آنچ بھی آنے نہ دی میں نے

مرے اقرار کرنے پر

صبا نے رقص کے عالم میں یہ آ کر کہا مجھ سے

تمہیں شہزادو!

گڑیا تھینکس کہتی ہے

دیکھنے میں بہت سیدھے سادے ہو تم
با سیاست کوئی شاہزادے ہو تم

جن کی تکمیل بس میں تمہارے نہیں
آئے دن ایسے کرتے ارادے ہو تم

عاشقی عمر کی ایک حد تک ہی خوب
بس کرو ہو گئے اب تو دادے ہو تم

فکر ہیرے کی صورت تمہاری مگر
اس پہ پھولوں کے اوڑھے لبادے ہو تم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

فیل ہو اسپ ہو تم نہ شاہ و وزیر
پٹ گئے تم تو کیا صرف پیادے ہو تم

کوئی دلچسپی تم سے رکھے کس لئے
منزلیں ہو کسی کی نہ جادے ہو تم

رنج لاحق ہے شہزاد کیسا تمہیں
خود پہ کیوں اس قدر بوجھ لادے ہو تم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

یوں بچھڑیں ہم کہ پھر ملنے کا کچھ امکان رہ جائے
کہیں ایسا نہ ہو پھر عمر بھر ارمان رہ جائے

نہ ہو نغمہ سرا بلبل یہی مالی کی خواہش ہے
نہ کوئی گل کھلے اس میں چمن ویران رہ جائے

خدا سے کچھ نہیں مانگا بجز اس کے مرے ساتھی
تری صورت نگاہوں میں مری ہر آن رہ جائے

تری چاہت کا تیرے پیار کا تیری محبت کا
ہے خواہش موجزن دل میں مرے طوفان رہ جائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

چلو میں خود کو خنجر کے حوالے آج کرتا ہوں
مری جاں جائے تو جائے تمہارا مان رہ جائے

یوں کب تک دہر سے چھپ کر ملیں گے ہم اندھیرے میں
کسی شب وہ مرے گھر میں علی الاعلان رہ جائے

طلب میرے سخن کی آئے دن بڑھتی رہے شہزاد
جہاں باقی رہے جب تک مرا دیوان رہ جائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جاں اُن پہ فدا کی ہے یہی پیار کا حق تھا
لوٹا دیا میں نے کہ جو حق دار کا حق تھا

بکنا تھا تو بک جانا تھا کیا دیکھتے قیمت
کم دام لگانا تو خریدار کا حق تھا

جب آپ ہی ہم سے نہ ہوئے محوِ تکلم
سرگوشیاں کرنا تو پھر اغیار کا حق تھا

آجاتے عیادت کو تو کیا آپ کا جاتا
اتنا تو صنم آپ کے بیمار کا حق تھا

گو داد تو یاروں سے بہت پائی ہے میں نے
اتنی نہ ملی فن کے جو معیار کا حق تھا

زر پیر کے قدموں میں رکھی طوعاً و کرہاً
عزت پہ لہو پہ میرے سردار کا حق تھا

اِک رات ٹھہر جاؤ مرے ہاں مرے دلبر
اتنا تھا مُصر کوئی تو اِصرار کا حق تھا

جنت تو ترے چاہنے والوں کے لئے تھی
دوزخ ہی تو تھی جس پہ سیہ کار کا حق تھا

منکر ترا لائق ہے اگر تیری سزا کے
پھر کیوں دیا تو نے اسے انکار کا حق تھا

تا عمر تڑپتا رہوں اب ہجر میں اُن کے
شہزاد یہ اِک ساعتِ دیدار کا حق تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

خدا حافظ

وہ ایک انوکھی لڑکی تھی
جو A.P.S میں پڑھتی تھی
تھی صورت اس کی چاندی سی
وہ عکس تھی مست بہاروں کا
وہ رنگ تھی شوخ نظاروں کا، وہ نور تھی چاند ستاروں کا
رخسار کتابی تھے اُس کے، اور نین شرابی تھے اُس کے
لب لال گلابی تھے اُس کے
مرے نام سے پیار بھی تھا اُس کو
وہ ریت پہ اکثر نام مرا، لکھتی تھی اور مٹاتی تھی
وہ میری آنکھ کا تارا تھی
میں جان سے اسکو پیارا تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ لے تھی مرے گیتوں کی

وہ شعلہ تھی یا شبنم تھی، کچھ پاگل سی کچھ گم صم سی

مسکان تھی میرے ہونٹوں کی

جب راہ میں مجھ سے مل جاتی

وہ شرم سے آنکھ جھکا دیتی

پھر ہاتھ ہوا میں لہرا کر

وہ چاند کو بھی گہنا دیتی

اک روز ملی اس حال میں وہ

نہ آنکھ میں اسکی شوخی تھی

نہ باتوں میں گہرائی تھی

کبھی ہنستی تھی کبھی روتی تھی

غمگین مجھے وہ لگتی تھی

معمول سے ہٹ کے اسکی ہنسی

کچھ بول نہ پائی تھی لیکن

اک کاغذ ہاتھ میں تھامے تھی

اُس کاغذ پر یہ لکھا تھا

اے جانِ خلوص خدا حافظ

اے جانِ تمنا رب راکھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آ کے بچھڑے ہیں کہاں عشق کے سلطاں جاناں
بھیڑ تھی ، موڑ تھی ، شب کے تھے نہ ساماں جاناں

ابھی ناپختہ و نو خیز تھی اُلفت اپنی
ابھی مطلوب تھا اِس کو کوئی عنواں جاناں

جوق در جوق سبھی دیکھنے آئے ہیں اُسے
کوئی فریادی ہے چلاتا ہے جاناں جاناں

رہزن و راہ نما میں نہ کوئی فرق رہا
لوٹ لیتے ہیں ترے شہر کے انساں جاناں

یہ تو طے ہے کہ یہاں خون بھی دینا ہوگا
کون کہتا ہے تمہیں پیار ہے آساں جاناں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تیرے قدموں سے لگی خاک کو پانے کے لیے
میں نے چھانے ہیں کئی دشت و بیاباں جاناں

یہ الگ بات ہے تو نے ہمیں دیکھا بھی نہیں
عمر بھر سے ہیں تری دید کے خواہاں جاناں

کچھ اثر اس کا تری سنگ دلی پر نہ ہوا
میں نے سو بار کیا چاک گریباں جاناں

ہر کسی کا ہوا میرا نہ ہوا تو دل میں
گیلی لکڑی سا سلگتا ہے یہ ارماں جاناں

آج پھر آتشِ حسرت میں جلا ہوں شہزاد
آج پھر چُبھ گیا دل میں کوئی پیکاں جاناں

مسافروں کا وہاں ہی پڑاؤ ہوتا تھا
وہ جس طرف سے ندی کا بہاؤ ہوتا تھا

اسی لئے اُسے بخشی ہے ہم نے جاں اپنی
عدو کے ساتھ بھی کچھ رکھ رکھاؤ ہوتا تھا

بجائے اپنوں کے غیروں پہ دل ہوا مائل
خدایا ایسا انوکھا چناؤ ہوتا تھا

تھی ایک سمت میں بلبل تو دوسری میں گل
کسی طرف تو نظر کا جھکاؤ ہوتا تھا

وہی بگاڑ میں اس کے ہیں روز و شب مصروف
لہو سے جن کے وطن کا بناؤ ہوتا تھا

شبِ سیاہ تھی سہما ہوا تھا ہر انساں
ہمارے دم سے ہی روشن الاؤ ہوتا تھا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قطعہ

اِک ذرا کان مری بات پہ دھرنا لوگو
پیار دھوکہ ہے یہاں پیار نہ کرنا لوگو
ہوش قائم ہوں تو پھر جوش سے جینا سیکھو
کیوں کہ بن جوش کے جینا بھی ہے مرنا لوگو

ہمیں پہلے خبر ہوتی

ہمارا پہلا خط ملتے ہی تم ہم کو
یہ لکھ دیتے
کہ یہ دل باز آیا تیری اُلفت میں دھڑکنے سے
تجھے معلوم ہو تجھ سے محبت ہم نہیں کرتے
تو ہم فوراً سمجھ لیتے
پرائے دیس نے تم کو بدل ڈالا ہے
پھر ممکن تھا کوئی دوسرا خط بھی نہ ہم لکھتے
نہ تم سے ملنے ہم آتے، نہ کوئی سانحہ ہوتا
نہ یوں ہم کینٹ کی گلیوں میں رسوائی کے
ذلت کے اندھیرے غار میں گرتے
نہ اتنا بے سکوں ہوتے
نہ یوں بے آبرو ہوتے
ہمارے لب پہ آہیں اور تمہاری آنکھ میں آنسو نہ آتے
نہ یوں ہم سسکیاں بھرتے ہوئے مسکن کو لوٹ آتے

اِک بار مِری سمت نظر کر دینا
پھر چاہے مجھے ملک بدر کر دینا

بن تیرے دکھائی نہ دے کچھ بھی مجھ کو
ایسا مری آنکھوں پہ اثر کر دینا

بہتر نہیں کوئی بھی عبادت اِس سے
اُجڑے ہوئے آباد نگر کر دینا

خود ہی وہ سمجھ جائیں گے آگے سب کچھ
بس اُن کے حضور آنکھ کو تر کر دینا

بھولا نہیں مجھ سے وہ جھگڑ کر تیرا
سینے پہ مرے رات بسر کر دینا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

حق تیری ثنا کا جو ادا کر نہ سکوں
عیبوں سے مرے صرفِ نظر کر دینا

ہو حبس تو ساون کی ہوا بن جانا
گر ظلمتِ شب ہو تو سحر کر دینا

خوشیاں میرے حصے کی اُدھر لے جانا
غم اپنے مقدر کے اِدھر کر دینا

بھولا نہیں اب تک وہ نظر سے چھو کر
پتھروں کو ترا لعل و گُہر کر دینا

آسیب کے سائے کا گماں ہے شہزاد
اِس شہر کے لوگوں کو خبر کر دینا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قیامت کا سماں ہوتا ہے دلبر
نہ آیا کر تو یوں پردے سے باہر

نہاں جلتے پتنگوں میں بھی تو ہے
ہے تو ہی شمع کے شعلوں کے اندر

تو ہے شبنم میں ، بلبل کی نوا میں
ترا ہی عکس ہے پھولوں کے رُخ پر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

چمک اپنی زمانے کو دکھا دے
تو ساگر ، تو صدف ہے ، تو ہے گوہر

ہمیں حسرت ہے جن میں ڈوبنے کی
تری آنکھیں ہیں وہ گہرا سمندر

ترے چندن بدن کی خوشبوؤں سے
مری راتیں ہیں پُر کیف و معطر

ترے دم سے ہیں جوبن پر بہاریں
ہے تو شہزاد خوشیوں کا پیمبر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مجھ کو معلوم نہیں حسن کی "تعریف" مگر
میری نظروں میں حسین وہ ہے جو "تم" جیسا ہو
KOOL POETRY.COM

دُعا

اے خالقِ کل ایسا کوئی شخص ملا دے
جو روح میں اُترے تو مجھے چاند بنا دے

بیماری و غربت کا رہے نام نہ جگ میں
اے قادرِ مطلق تو جدائی کو مٹا دے

مرکز ہو نگاہوں کا مری رحمتِ عالم
جینے کی طلب دے مجھے توفیقِ ثنا دے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہر رنج سے محفوظ ہو انسان کی دنیا
خوشیوں سے دمکتی ہو جبیں ایسی سجا دے

انصاف کا غلبہ ہو تو کر ظلم کو برباد
احسان کا دنیا میں مری رنگ جما دے

پھر یوں ہو کہ جب لوگ مجھے ٹھوکریں ماریں
آقا مرا آئے مجھے کملی میں چھپا دے

مدت سے بھٹکتا ہے محبت کے لیے وہ
شہزاد کو بھی پیار کے آداب سکھا دے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

Tumhaara Maan Reh Jaye

Asif Shahzad

ادبی اُفق پر ہر کسی کے مُرغِ تخیل کی اپنی اپنی اُڑان ہے یا پھر یوں کہہ لیجیے کہ گلشنِ شعروادب کے ہر پھول کی اپنی خوشبو ہوتی ہے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آصف شہزاد کی شاعری کا رنگ اور خوشبو کسی تازہ گلاب سے ہر گز کم نہیں ہے۔ آصف شہزاد کے پاس خیالات کا تنوع اور پختہ کاری ہے اس کی بات میں گہرائی اور گیرائی ہے وہ معاشرے میں موجود چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُن کا ایک ایک پہلو خوب چھان پھٹک کر دیکھتا ہے پھر اُس مشاہدے کا اپنے ذہن میں تجزیہ کرتا ہے اور اُس کا تجزیہ اس قدر صاف اور شفاف ہوتا ہے جیسے ایک ماہر صراف سونے کو بھٹی میں ڈال کر کندن میں تبدیل کرتے ہوئے کرتا ہے اس کے بعد وہ اپنی بات کو اظہار کا رنگ دینے کے لئے موزوں الفاظ کی تلاش کرتا ہے اپنے جگر کا سوز اس میں بھر کر اپنی بات اپنے قارئین کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

شکیل احمد

تونسہ شریف